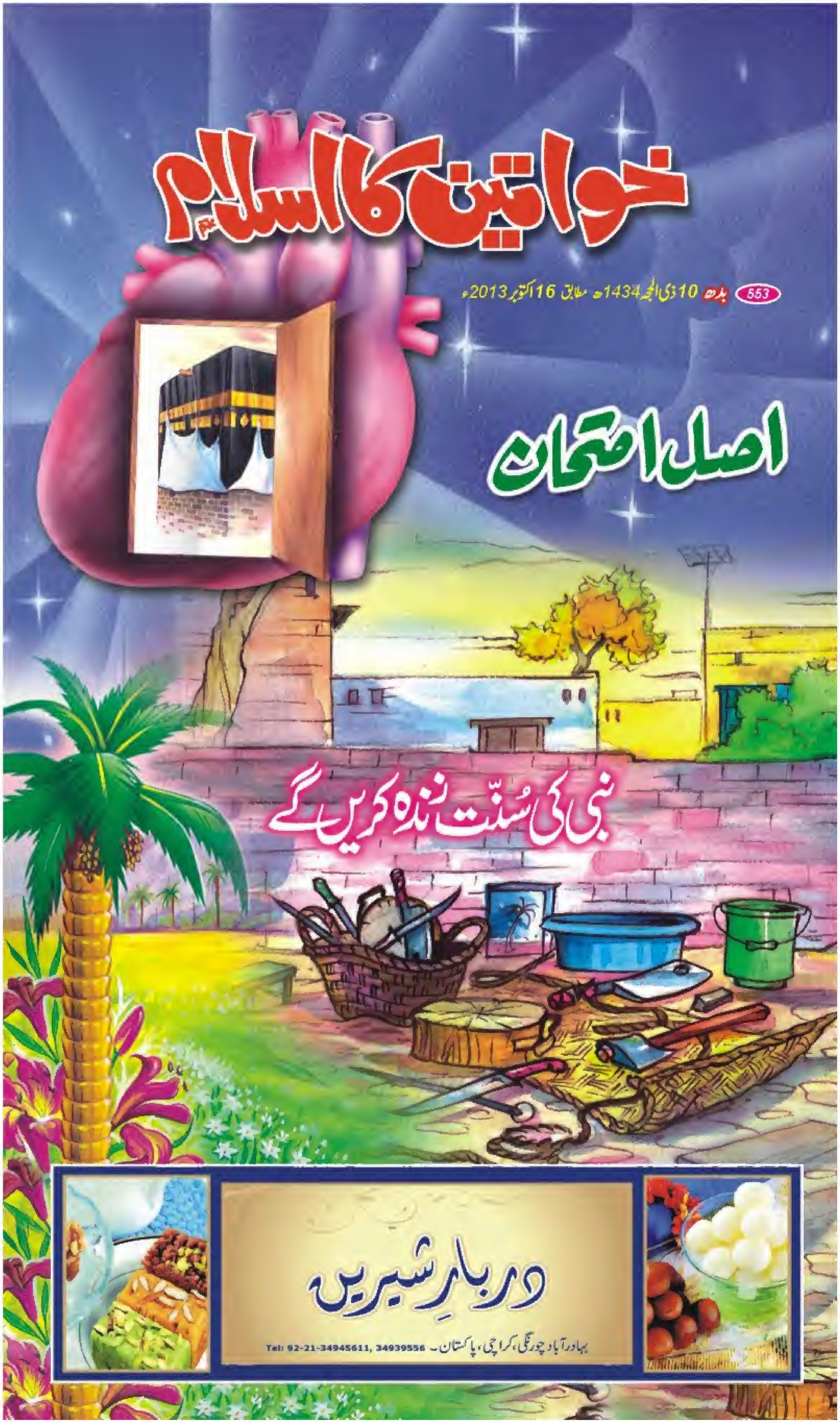

خواتین کا اسلام
553 بدھ 10 ذی الحجہ 1434ھ مطابق 16 اکتوبر 2013ء
اصل امتحان
نبی کی سُنّت زندہ کریں گے
دربارِ شیریں
بہادر آباد چورنگی، کراچی، پاکستان۔ Tel: 92-21-34945611, 34939556

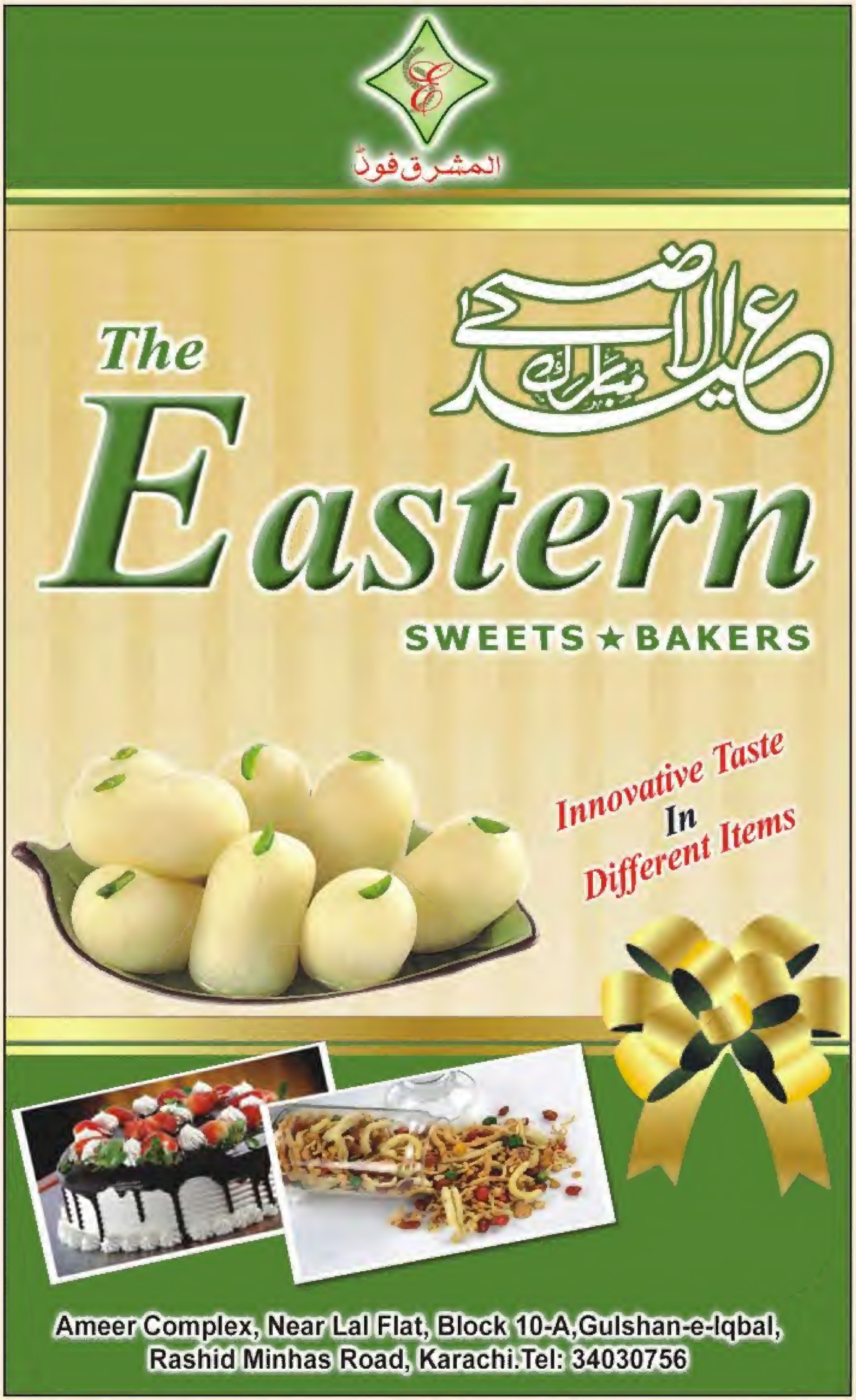
المشرق فوڈ
عید الاضحی مبارک
The Eastern
SWEETS ★ BAKERS
Innovative Taste
In
Different Items
Ameer Complex, Near Lal Flat, Block 10-A, Gulshan-e-Iqbal,
Rashid Minhas Road, Karachi. Tel: 34030756

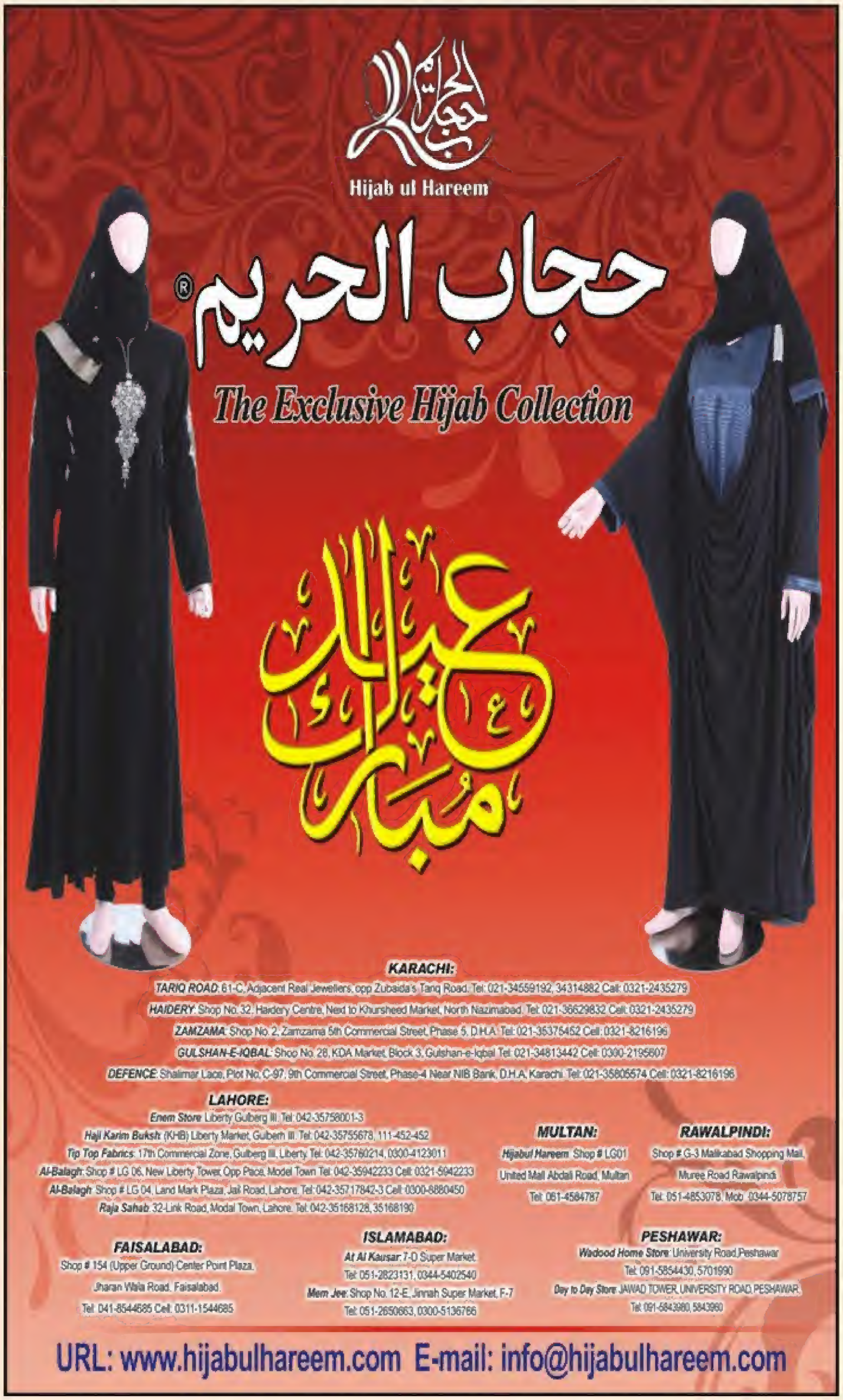
Hijab ul Hareem
حجاب الحریم®
The Exclusive Hijab Collection
عید مبارک
KARACHI:
TARIQ ROAD: 61-C, Adjacent Real Jewellers, opp Zubaida's Tariq Road. Tel: 021-34559192, 34314882 Cell: 0321-2435279
HAIDERY: Shop No. 32, Haidery Centre, Next to Khursheed Market, North Nazimabad. Tel: 021-36629832 Cell: 0321-2435279
ZAMZAMA: Shop No. 2, Zamzama 5th Commercial Street, Phase 5, D.H.A. Tel: 021-35375452 Cell: 0321-8216196
GULSHAN-E-IQBAL: Shop No. 28, KDA Market, Block 3, Gulshan-e-Iqbal Tel: 021-34813442 Cell: 0300-2195607
DEFENCE: Shalimar Lace, Plot No. C-97, 9th Commercial Street, Phase-4 Near NIB Bank, D.H.A, Karachi. Tel: 021-35805574 Cell: 0321-8216196
LAHORE:
Enem Store Liberty Gulberg III. Tel: 042-35758001-3
Haji Karim Buksh: (KHB) Liberty Market, Gulberg III. Tel: 042-35755678, 111-452-452
Tip Top Fabrics: 17th Commercial Zone, Gulberg III, Liberty Tel: 042-35760214, 0300-4123011
Al-Balagh: Shop # LG 06, New Liberty Tower, Opp Pace, Model Town Tel: 042-35942233 Cell: 0321-5942233
Al-Balagh: Shop # LG 04, Land Mark Plaza, Jail Road, Lahore. Tel: 042-35717842-3 Cell: 0300-8880450
Raja Sahab: 32-Link Road, Modal Town, Lahore. Tel: 042-35168128, 35168190
MULTAN:
Hijabul Hareem Shop # LG01
United Mall Abdali Road, Multan
Tel: 061-4584787
RAWALPINDI:
Shop # G-3 Malikabad Shopping Mall,
Muree Road Rawalpindi
Tel: 051-4853078, Mob: 0344-5078757
FAISALABAD:
Shop # 154 (Upper Ground) Center Point Plaza,
Jharan Wala Road, Faisalabad.
Tel: 041-8544585 Cell: 0311-1544685
ISLAMABAD:
At Al Kausar: 7-D Super Market.
Tel: 051-2823131, 0344-5402540
Mem Jee: Shop No. 12-E, Jinnah Super Market, F-7
Tel: 051-2650663, 0300-5136766
PESHAWAR:
Wadood Home Store: University Road, Peshawar
Tel: 091-5854430, 5701990
Day to Day Store: JAWAD TOWER, UNIVERSITY ROAD, PESHAWAR.
Tel: 091-5843980, 5843980
URL: www.hijabulhareem.com E-mail: info@hijabulhareem.com

جانور ذبح کرنے کے بعد کی دعا

"اَللّٰھُمَّ تَقَبَّلْ مِنِّی کَمَا تَقَبَّلْتَ مِنْ حَبِیْبِکَ مُحَمَّدٍ وَخَلِیْلِکَ اِبْرَاھِیْمَ عَلَیْھِمَا السَّلَام."

"جیسے کہ آپ نے اپنے پیارے حضرت محمد (ﷺ) اور اپنے خاص دوست حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام سے قربانی پسند فرمائی۔"

پیا ورِ سحر

عید الاضحیٰ، سنتِ ابراہیمی کا دن

ہر سال ذوالحجہ کا مہینہ آتا ہے اور ہمیں سنت ابراہیمی کی یاد دلاتا ہے۔ اس مہینے کے ابتدائی دس دن سال میں سب سے فضیلت کے دن ہیں۔ اس کی نو تاریخ کو مسلمان میدان عرفات میں حج کی اہم عبادت ادا کرتے ہیں جو اسلامی ارکان خمسہ میں سے پانچواں رکن ہے۔ اس سے اگلے دن پوری دنیا میں عید قرباں منائی جاتی ہے۔ لوگ قربانیاں کرتے ہیں۔ گوشت تقسیم کرتے ہیں۔ منیٰ میں ہونے والی لاکھوں قربانیوں کا گوشت پوری دنیا کے مفلوک الحال، مہاجر، بے گھر اور مفلس مسلمانوں کو پہنچتا ہے۔ قربانی کے جانور کے ایک ایک بال کے بدلے ایک ایک نیکی ملتی ہے۔ یہی جانور بروزِ حشر پل صراط کو عبور کرانے کا ذریعہ بنیں گے۔ قربانی سنتِ ابراہیمی ہے۔ ابراہیم علیہ السلام نے اللہ کے حکم پر اپنے بیٹے کی قربانی دینے پر بخوشی آمادگی ظاہر کی۔ اللہ نے اس نیت کو ایسا قبول کیا کہ اس سنت کو تا قیامت جاری فرمادیا۔ مسلمان اس سنت کو اپنا کر دس، گیارہ اور بارہ ذی الحجہ کو یہ عہد دہراتے ہیں کہ وہ اللہ کے حکم کے سامنے اپنی عزیز ترین شے کو بھی قربان کرنے میں کوئی دریغ نہیں کریں گے۔ اگر یہ جذبہ دل میں راسخ ہو جائے تو مسلمانوں کے سارے مسائل حل ہو جائیں۔ اور دشمنانِ اسلام خائب و خاسر ہوں۔ کیونکہ ہماری تمام محرومیوں اور پریشانیوں کی اصل وجہ دین سے دوری اور نفس کی پیروی ہے۔

قربانی اگر خلوص نیت سے ہو، دنیا کو دکھانے کے لیے نہ ہو، تو اس مرض کی جڑوں پر ضرب کاری لگتی ہے۔ اسی لیے فقہاء فرماتے ہیں کہ بہتر ہے قربانی کا جانور کچھ دنوں پہلے لیا جائے تاکہ دل اس سے مانوس ہو جائے اور اسے قربان کرتے وقت دل میں عزیز چیز کو قربان کرنے کی سی کیفیت پیدا ہو۔

قربانی ایک ایسی عبادت ہے جس میں اللہ کی خوشی ہے اور بندے کا دنیوی و اخروی فائدہ۔ گوشت انسان ویسے بھی کھاتا ہے۔ مگر قربانی کا گوشت کھانا اور کھلانا بھی اللہ کی رضا کا ذریعہ ہے۔ یہ اللہ کی طرف سے مہمانی ہے۔ حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا نور اللہ مرقدہ کا معمول تھا کہ قربانی کے تین دنوں میں روٹی تک نوش نہیں کرتے تھے۔ صرف گوشت تناول کیا کرتے تھے۔ تاکہ اللہ کی مہمانی کی پوری قدر دانی ہو۔

ہر عبادت میں انسان کے لیے آخرت کے ساتھ ساتھ نقد فوائد بھی موجود ہیں مثلاً روزے سے نفس اور جذبات پر قابو پانے کی عادت بنتی ہے، بسیار خوری کا مرض دور ہوتا ہے، معدے کی بیماریوں سے نجات ملتی ہے۔ زکوٰۃ سے معاشرے میں دولت کا پھیلاؤ ہوتا ہے۔ نماز سے وقت کی پابندی کی عادت پڑتی ہے۔ اسی طرح قربانی کے معاشرتی فوائد بھی سب کے سامنے ہیں اس موضوع پر علمائے کرام نے باقاعدہ مختصر و طویل کتب و رسائل لکھے ہیں۔ مگر افسوس کی بات یہ ہے کہ اس وقت معاشرے میں ایک طبقہ قربانی کی اہمیت و فوائد سے انکار کر رہا ہے۔ اس طبقے کا کہنا ہے کہ قربانی زیادہ سے زیادہ ایک سنت ہے، کوئی ضروری چیز نہیں۔ اس لیے قربانی کی جگہ جانور کی قیمت ضرورت مندوں میں تقسیم کردی جائے یا یہ رقم پل، سڑکیں، اسکول اور ہسپتال بنانے کے لیے حکومت کو دے دی جائے تو یہ بہتر ہے۔

یہ ایک انتہائی گمراہ کن سوچ ہے۔ قربانی واجب ہے اور اسلام کے شعائر میں سے ہے۔ اسے ترک کرنے کی اسلام میں کوئی گنجائش نہیں، اس کا کوئی متبادل ممکن نہیں۔ اس لیے ہر سال کی طرح پورے اہتمام اور ذوق و شوق سے قربانی کیجیے۔ اس کی ترغیب دوسروں کو دیجیے۔ قربانی کی کھال کو اس کے صحیح مصرف پر خرچ کیجیے۔ گوشت کو اعزہ و احباب کے علاوہ غریب و نادار ہمسایوں اور مستحقین تک پہنچایئے۔ اگر اللہ توفیق دے تو اپنے والدین، بزرگوں، اساتذہ کرام اور محسنین کی طرف سے بھی قربانیاں کرکے انہیں ایصال ثواب کریں، یہ بڑی خوش بختی کی بات ہے۔ حضور اکرم ﷺ نے قربانی کے موقع پر اپنی امت کو یاد رکھا اور امت کی طرف سے بھی قربانی کی۔ امتیوں کو بھی چاہیے کہ اپنے محسن اعظم ﷺ کو یاد رکھیں اور جانور میں آپ ﷺ کا حصہ ڈالیں، یہ حضور ﷺ کی محبت بڑھنے کا باعث بنے گا ان شاء اللہ۔

اثر جونپوری

ترے گھر کے سامنے

دل ہے کہ بے قرار ترے گھر کے سامنے
آنکھیں ہیں اشکبار ترے گھر کے سامنے

گرتے ہیں جیسے شمع پہ پروانے بے دریغ
پھرتے ہیں جانثار ترے گھر کے سامنے

کھلتے ہیں صحنِ قلب میں ہر سو خوشی کے پھول
ہے خیمہ زن بہار ترے گھر کے سامنے

عشاق سب ہیں جیب و گریباں سے بے نیاز
دامن ہے تار تار ترے گھر کے سامنے

آغوشِ مادری میں ہو جس طرح کوئی طفل
پاتا ہوں ایسا پیار ترے گھر کے سامنے

یاں آ کے شرمسار ہے نرگس کی آنکھ بھی
کچھ یوں نظر ہے چار ترے گھر کے سامنے

عشق و جنوں کی خوب پزیرائی ہے یہاں
عقل و خرد ہیں خوار ترے گھر کے سامنے

محبوب کائنات تو یکتا ہے واقعی
عشاق بے شمار ترے گھر کے سامنے

فرطِ خوشی سے کب یہ دھڑکنا ہی بھول جائے
کیا دل کا اعتبار ترے گھر کے سامنے

مدیر اعلیٰ : مفتی فیصل احمد
مدیر : انجینئر مولانا محمد افضل
"خواتین کا اسلام" دفتر روزنامہ اسلام ناظم آباد 4 کراچی فون: 021 36609983
خواتین کا اسلام انٹرنیٹ پر www.dailyislam.pk سالانہ زرتعاون اندرون ملک: 600 روپے، بیرون ملک: 3700 روپے

یا اللہ! اُمّتِ محمدیہ کو عیدی دے دے

حبیبہ اقبال۔ للیانی

عیدالاضحیٰ کی خوشیاں اب بالکل قریب آ گئی ہیں، لیکن خوشیاں کیسی ؟ اب تو لفظ 'خوشی' سن کر بھی کچھ عجیب سا لگنے لگتا ہے۔ دل خون کے آنسو رونے لگتا ہے لیکن بہر حال اللہ پاک نے تو اسے خوشی کا دن ہی بنایا ہے۔ اللہ پاک سب کو خوش رکھے۔ دیکھیں تو لوگ کیسے خوشیاں منا رہے ہیں! جانوروں کی منڈیاں لگی ہیں، کثیر تعداد میں انسان اور جانور موجود ہیں۔ لوگ اپنی حلال کی کمائی سے قربانی کے لیے جانور لینے آتے ہیں، لیکن یہ کیا؟ کسی کی جیب کٹ گئی تو کسی کو دھوکے سے نقلی دانت اور نقلی سینگ لگا جانور بیچ دیا گیا۔ جانور بیچنے والے کے تو وارے نیارے ہو گئے، وہ تو بہت خوش ہے، اگر حلال کمائی والے غمگین ہیں تو کیا فرق پڑتا ہے۔

کپڑے اور جوتوں کی دکانوں پر رش ہی رش نظر آ رہا ہے۔ اچانک بم بلاسٹ...... ارے اس میں غم کی کی کون سی بات ہے۔ بم بلاسٹ کرنے والے تو خوش ہیں۔ کیا ہوا اگر کسی گھر کے اکلوتے پھول مرجھا گئے، کسی گھر کے بزرگ چل بسے۔

افغانستان میں دیکھو، لاشیں ہی لاشیں ہیں لیکن ہم غم کیوں کریں؟ ہم تو امریکا کی خوشی میں خوش ہیں۔ وہ دیکھو شام، مصر، برما اور کشمیر جل رہا ہے، ادھر فلسطین جل رہا ہے اور دیکھو ہمارے اسیروں کو جو جیل کی کالی کوٹھریوں میں بند ہیں۔ ارے ہماری عافیہ بہن کو دیکھو، اس کو بھی کہہ دو، غم کرنے کی کوئی ضرورت نہیں، جیسے ہم امریکا کی خوشی میں خوش ہیں، تم بھی خوش ہو جاؤ۔ پھر کیا ہوا، اگر خوشی کا دن آ رہا ہے تو...... سیلاب آ گیا، ہمارا پاکستان ڈوب گیا، کتنے ہی لوگ اجڑ گئے، گھر تباہ ہو گئے لیکن بھئی غم کیسا۔ سیلاب سے تو خوشی ہوئی، ہمارے بینک غیر ملکی چندے سے بھر گئے، اب تو عید قریب ہے، اس بینک بیلنس کے فائدے ہی فائدے ہیں۔

وہ دیکھو مساجد ویران ہیں، بعض میں تو امام و موذن بھی غائب ہیں۔ بھئی عید قریب ہے، لوگ عید کی تیاریوں میں مشغول ہیں۔ وہ دیکھو بابری مسجد کو تین حصوں میں تقسیم کر دیا گیا، لیکن اب تو وہ بھی مسلمانوں کو پکار پکار کر آخر خاموش ہو گئی۔ بھئی مسلمان تو خوشیوں میں مصروف ہیں، کوئی کیوں انہیں غمگین کرے۔

لو بھئی عیدالاضحیٰ کا دن آ گیا، یوم الضیافۃ آ گیا، غریبوں کی خوشی کا دن آ گیا، آج وہ بھی پیٹ بھر کر کھائیں گے، لیکن یہ کیا؟...... امیر تو امیروں کی ضیافت کرنے لگے، ذخیرہ اندوزی کرنے لگے۔ عمدہ گوشت اپنوں کو ہی دینے لگے اور غریبوں کے لیے صرف چھیچھڑے ہی بچے۔ غم! کیسا غم بھئی...... امیروں کی تو خوشی ہے نا۔

وہ دیکھو، ناچ گانے کی محفلیں، سینماؤں کے آگے تو خوب رش لگا ہے، لوگوں نے ٹی وی اور کیبل کھول رکھے ہیں، بھئی یہ بھی خوشی منانے کا ایک طریقہ ہے نا، لیکن بھئی عید آ رہی ہے، ہاں عید آ رہی ہے خوش آمدید۔ ہم اپنے رب کی تقدیر پر راضی ہیں جو کچھ اچھا ہے، وہ رب کا فضل ہے، اس کی رحمت ہے اور جو برا ہے وہ ہمارے برے اعمال کی ایک چھوٹی سی جھلک ہے لیکن کوئی دھوکے میں نہ رہے۔ مسلمان چاہے سو رہے ہوں، مغلوب ہوں، غافل ہوں لیکن اللہ غافل نہیں ہے، اللہ کا دین مغلوب نہیں ہے۔ یہ دھوکے، یہ بم بلاسٹ، یہ جیلیں، یہ سیلاب، یہ ناچ گانوں کی محفلیں اس کا کچھ نہیں بگاڑ سکتی۔ ہاں ایک دن آئے گا، جب مسجدیں آباد ہوں گی، ہمارا ملک پاکستان امن اور اسلام کا گہوارہ ہوگا۔ آئیں آج ہم ان دس راتوں کو زندہ کریں جن کی قسم خود اللہ رب العزت نے کھائی۔ آئیں ہم اللہ سے مانگتے ہیں، وہ ہمیں مایوس نہیں کرے گا۔ یا اللہ! ہم اچھائیوں پر تیرا شکر کرتے ہیں اور برائیوں پر توبہ کرتے ہیں۔ یا اللہ! ہمیں حلال کی لذتیں اس عید پر عطا فرما۔ یا اللہ یا قیوم یا ذا الجلال والاکرام! اے میرے مسجود! اے میرے معبود! میرے پیارے رب! ہمیں معاف فرما، یا اللہ ہمارے نوجوانوں کو محمد بن قاسم بنا اور ایوبی بنا، اللہ تیرا بڑا احسان ہوگا۔ انعام ہوگا، ہماری تو عید ہو جائے گی۔ یا الٰہی! تو ہمیں عیدی دے۔ اے رب عظیم تو اس غمگین اور زخمی امت محمدیہ کو عیدی دے۔ یا اللہ! تو تو شہنشاہ ہے، یا اللہ! تو تو بادشاہوں کا بادشاہ ہے، یا اللہ تو تو سخی ہے، یا اللہ اپنی بخشش اور نظر محبت کی عیدی دے۔ یا اللہ! اپنی رحمت کی عیدی دے، یا اللہ عیدی......

عیدی......

عیدی......!!

حضرت مولانا محمد زکریا کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ

تاریخ بیت اللہ شریف

بیت اللہ شریف کی سب سے پہلی بناء میں اختلاف ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام نے بنایا یا اس سے پہلے فرشتوں نے بنایا تھا حتیٰ کہ بعض نے کہا ہے کہ زمین کی سب سے پہلی ابتدا اسی جگہ سے ہوئی کہ پانی پر ایک بلبلہ کی شکل تھی جس سے پھر بقیہ زمین کا حصہ پھیلایا گیا لیکن حضرت نوح علیہ السلام کے زمانہ میں جب طوفان آیا تو یہ مکان اٹھا لیا گیا تھا۔ اس کے بعد حضرت ابراہیم علیہ السلام نے حضرت اسماعیل علیہ السلام کی مدد سے اسکی تعمیر کی جس کا ذکر پہلے پارہ میں وَ اِذْ یَرْفَعُ اِبْرٰهٖمُ الْقَوَاعِدَ مِنَ الْبَیْتِ وَ اِسْمٰعِیْلُ میں ہے۔ اس آیت شریفہ سے پہلی آیت میں اسی کا بیان ہے کہ اس گھر کی جگہ کا نشان ہم نے ابراہیم علیہ السلام کو بتایا تھا۔ اللہ جل شانہٗ کے حکم سے حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اس مکان کی اَز سرِ نو تعمیر کی۔

ایک حدیث میں آیا کہ جب اللہ جل شانہ نے حضرت آدم علیہ السلام کو جنت سے اُتارا تو ان کے ساتھ اپنا گھر بھی اُتارا اور فرمایا کہ اے آدم علیہ السلام! میں تیرے ساتھ اپنا گھر اُتارتا ہوں اس کا طواف اسی طرح کیا جائے گا جس طرح میرے عرش کا طواف کیا جاتا ہے اور اس کی طرف نماز اسی طرح پڑھی جائے گی جس طرح میرے عرش کی طرف نماز پڑھی جاتی ہے۔ اسکے بعد طوفان نوح کے زمانہ میں یہ مکان اُٹھا لیا گیا، اس کے بعد انبیاء کرام علیہم السلام اس جگہ کا طواف کرتے تھے، مکان نہ تھا، اس کے بعد حضرت ابراہیم علیہ السلام کو اللہ جل شانہٗ نے اس جگہ مکان بنانے کا حکم فرمایا اور جگہ کی تعیین خود فرما دی۔ (ترغیب منذری)

حدیث میں آتا ہے کہ جب حضرت ابراہیم علیہ السلام بیت اللہ شریف کی تعمیر سے فارغ ہوئے تو بارگاہِ خداوندی میں عرض کیا کہ تعمیر سے فراغت ہو چکی ہے اس پر اللہ جل شانہ کی طرف سے حکم ہوا کہ لوگوں میں حج کا اعلان کرو۔ جس کا اُوپر کی آیت میں ذکر ہے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے عرض کیا کہ یا اللہ! میری آواز کس طرح پہنچے گی، اللہ جل شانہ نے فرمایا کہ آواز کا پہنچانا ہمارے ذمہ ہے حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اعلان فرمایا جس کو آسمان و زمین کے درمیان ہر چیز نے سنا۔ آج اس میں کوئی اشکال نہیں رہا کہ لاسلکی سے ایک ملک سے دوسرے ملک آواز پہنچ رہی ہے تو لاسلکیوں کے بنانے والوں کا بنانے والا جب آواز پہنچانے کا ارادہ کرے تو اس میں کیا اشکال ہو سکتا ہے۔ دوسری حدیث میں ہے کہ اس آواز کو ہر شخص نے سنا اور لبیک کہا جس کے معنی ہیں کہ "میں حاضر ہوں۔" یہی وہ "لبیک" ہے جس کو حاجی احرام کے بعد سے شروع کرتا ہے۔ جس شخص کی قسمت میں اللہ جل شانہ نے حج کی سعادت لکھی تھی وہ اس آواز سے بہرہ ور ہوا اور لبیک کہا۔ (اتحاف)

دوسری حدیث میں آیا ہے کہ جس شخص نے بھی خواہ وہ پیدا ہو چکا تھا یا ابھی تک عالم ارواح میں تھا اس وقت لبیک کہا وہ حج ضرور کرتا ہے۔ ایک حدیث میں ہے کہ جس نے ایک مرتبہ لبیک کہا وہ ایک حج کرتا ہے، جس نے اس وقت دو مرتبہ لبیک کہا وہ دو مرتبہ حج کرتا ہے۔ اور اسی طرح جس نے اس سے زیادہ جتنی مرتبہ لبیک کہا اتنے ہی حج اس کو نصیب ہوتے ہیں (درمنثور)۔ کس قدر خوش نصیب ہیں وہ روحیں جنہوں نے اُس وقت دمادم لبیک کہا ہو گا، بیسیوں حج ان کو نصیب ہوئے یا ہوں گے۔ (مرسلہ: اہلیہ اورنگ زیب۔ اتحاد ٹاؤن کراچی)

اصل امتحان

سارہ الیاس

ننھا حسن آج بہت پر جوش تھا۔ مدرسے سے واپس آکر خوب چہک رہا تھا۔ اس کی پہلی عیدِ قربان تھی، جو وہ اپنے ہوش میں منا رہا تھا، البتہ میٹھی عید کی عیدی کا چسکا اسے پڑ چکا تھا۔

''اماں! میں غبارے بھی لوں گا۔''

''اچھا بیٹا!'' میں نے مصروف انداز میں جواب دیا۔

''اماں اماں!'' کچھ دیر کے بعد اس کی دوبارہ آواز آئی۔

''ہوں......''

''اِدھر دیکھیں نا......''

''کیا ہے بھئی؟'' میں نے جھنجھلا کر فیشن میگزین میں سے کپڑوں کے اسٹائل دیکھنا بند کیے اور اس کی طرف دیکھا تو دَھک سے رہ گئی۔ وہ ڈرا ڈرا لگ رہا تھا۔

''کیا ہوا میری جان؟''

''اماں! احمد بھیا کہہ رہے تھے کہ آپ مجھے کاٹ دیں گے؟''

اس کی آنکھوں سے خوف اور بے یقینی ایک ساتھ جھلک رہے تھے۔ مجھے ہنسی آگئی۔ بے تحاشا ہنستے ہوئے میں نے اسے گود میں بھر لیا، اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کی قربانی کا قصہ سنانے لگی، جب حضرت اسماعیل علیہ السلام کی گردن پر چھری پھرنے کا ذکر آیا تو وہ ڈر کر میرے سینے سے چمٹ گیا اور دنبے کی قربانی کا سن کر بالکل پر سکون ہو گیا۔

''اماں! حضرت ابراہیم علیہ السلام کو ڈر نہیں لگا تھا؟'' اس نے پوچھا۔

''یہی تو اللہ امتحان لے رہے تھے، سب سے زیادہ پیار اللہ سے کرنا چاہیے، باقی سب کا نمبر بعد میں ہے بیٹا!''

''مجھے تو آپ سب سے زیادہ پیاری ہیں۔'' اس کے لہجے میں الجھن تھی۔

''ابھی نا سمجھ ہو نا! بڑے ہو گے تو پتا چلے گا۔'' وہ سوچتی نگاہوں سے مجھے دیکھتا رہا۔

☆

وقت ہاتھ میں موجود ریت کی طرح تیزی سے پھسل گیا۔ وہ جو میرے سہارے چلتا تھا، اب مجھے سہارا دینے لگا۔ میرا حسن بڑا ہو گیا تھا۔ UET میں داخلہ ہو چکا تھا اور پہلا سال ختم ہونے والا تھا۔ اس کے بعد والی بیٹا میٹرک میں تھی۔ احمد اور بہو بیرون ملک مقیم تھے۔ اس عید پر حسن گھر آیا ہوا تھا، وہ ننھا بچہ جو گھر سے گیا تھا چند ماہ ہی میں بڑا بڑا لگنے لگا تھا۔ آکر چپ چاپ میری گود میں سر رکھ کر بیٹھ گیا۔

''اتنے بڑے ہو گئے ہو، شرم نہیں آتی بچوں والی حرکتیں کرتے ہوئے۔''

میں نے اسے چھیڑا تو سنجیدہ انداز میں بولا:

''لیٹنے دیں ناں، بہت تھک گیا ہوں۔''

پھر کتنی دیر یونہی لیٹا رہا۔ مجھے لگا کہ سو گیا ہے۔ آہستگی سے اٹھنے لگی تو بول پڑا:

''میرے پاس رہیں نا کچھ دیر کے لیے......'' اس کا لہجہ بھیگا بھیگا سا تھا۔

''کیا ہوا بیٹا؟''

''آپ مجھے اس بار قربانی کا قصہ نہیں سنائیں گی۔''

''اب تمہارے بچوں کو سنایا کروں گی۔''

''اماں......!!'' اس نے خفگی سے کہا۔

''عادت نہ گئی تمہاری ضد کی......''

''سناؤ نا اماں!'' اس نے لاڈ سے کہا۔

میں اسے وہ واقعہ سنانے لگی اور وہ بچپن ہی کی سی دلچسپی سے سننے لگا۔ سبق آموز قصہ ختم ہونے پر وہ اٹھ کر بیٹھ گیا۔ سوچتے ہوئے بولا:

''اماں! حضرت ابراہیم کے پاس ایسا ایمان کہاں سے آیا تھا؟''

''اللہ دیتا ہے بیٹا......''

''آج وہ ایمان باقی ہے؟''

''کھل کر کہو، کیا کہنا چاہ رہے ہو بیٹا!'' میں اس کے انداز سے کچھ جھنجھلا گئی تھی۔

''اماں میں جا رہا ہوں۔''

''ہاں ہاں! چھٹیاں ختم ہونے والی ہیں ناں تمہاری۔''

''ہاسٹل نہیں اماں!...... کشمیر''

''اوہ تو جنت نظیر کی سیر کا ارادہ ہے ہمارے بیٹے کا!؟''

''جنت نظیر کی نہیں بلکہ جنت کی سیر کا ارادہ ہے!...... میری قربانی دے دو گی ماں؟''

اچانک یہ بات سن کر میں دہل کر رہ گئی۔ ''حسن! میرے بچے......''

''جی اماں......''

''بیٹا......'' میں اور کچھ نہ کہہ سکی۔

''میں برداشت نہیں کر سکتا اب اماں...... مجھے نرم بستر میں نیند نہیں آتی، لذیذ کھانے اشتہا نہیں جگاتے، دوستوں کی محفل میں چین نہیں آتا مجھے...... مظلوموں کی آہ و بکا چین نہیں لینے دیتی...... مجھے محاذ بلا رہا ہے ماں......''

''مم...... مگر بیٹا تم انجینئرنگ تو کر لو پوری......'' میری ممتا نے فوراً ایک بہانہ سوچا تھا۔

''میں بستر پر نہیں مرنا چاہتا اماں...... جو گولی چار سال بعد کھانی ہے، وہ آج کیوں نہیں؟''

''ایسی باتیں نہ کرو...... ابھی چھوٹے ہو تم!'' گولی کی بات سن کر میں نے اپنا دل تھام لیا۔

''آپ کے لیے ہمیشہ چھوٹا رہوں گا۔''

''مجھ میں حوصلہ نہیں......''

''اماں! سب سے زیادہ پیار اللہ سے کرنا چاہیے، باقی سب کا دوسرا نمبر ہے، یہی کہتی تھیں ناں آپ؟'' وہ میری ہی بات مجھے یاد کروا رہا تھا۔

''پھر اماں آپ کے پاس بھیا ہیں۔''

''وہ تیری جگہ تو نہیں لے سکتا ناں بیٹا......'' میرا دل تیز تیز دھڑک رہا تھا۔

اُس وقت بات یوں ہی ختم ہو گئی۔ ساری رات میں سوچتی رہی۔ قربانی کا فلسفہ...... اپنی سب سے پسندیدہ شے کی قربانی...... اللہ سے محبت...... حسن...... اس کے لیے دیکھے میرے سارے خواب اور بہت کچھ...... دل کسی جگہ ٹھہر نہیں رہا تھا، یہ فیصلہ آسان تو نہ تھا، اصل امتحان کا وقت آ گیا تھا۔ ہر سال کی علامتی قربانی جو درس دیتی تھی، اس کی عملی آزمائش درپیش تھی، ممتا کی کڑی آزمائش۔

آج پھر عید کا دن ہے۔ میرا پوتا قربانی کا فلسفہ جاننا چاہ رہا ہے۔ اخبار میں یہ پڑھ کر کہ ہر سال اتنے جانور ضائع کرنا ملکی معیشت پر بوجھ ہے۔ اس رقم کا کوئی اچھا مصرف ڈھونڈنا چاہیے اور میں بھرپور اعتماد کے ساتھ اسے وہ قصہ سنا رہی ہوں۔ سینے پر گولی کھا کر صرف حسن سرخ رو نہیں ہوا، میں بھی تو کامیاب ہوئی ہوں۔ اس کی قربانی میں نے دی ہے۔

ماں ہار گئی تھی اس رات، خدا کی محبت جیت گئی تھی!

قربانی دل کی

عائشہ تنویر

''ارے سستی کے مارو! کوئی سنتے ہو؟ یہ تیسری بار دروازے کی گھنٹی بجی ہے؟''

نرجس پتیلا مانجھتے مانجھتے باورچی خانہ سے ہی چلائی۔

''پڑوس والے گھر میں مستورات کی جماعت آئی ہے امی، آج دوپہر کے بیان میں شرکت کی دعوت دی ہے۔'' نرجس کے چھوٹے بھائی احمد نے آ کر بتایا۔

☆

جماعت کے ایک ساتھی نے دوسرے کمرے میں بیان کیا، جو اسپیکر پر محلے کی سب مستورات نے سنا۔ بیان کے بعد جب مجمع کچھ کم ہوا تو محلے کی کچھ خواتین وہیں جماعت میں آنے والی خواتین کے ساتھ بیٹھ گئیں۔ نرجس نے بھی کچھ دیر رکنا مناسب سمجھا۔ جماعت کی مستورات میں ایک عالمہ بھی تھیں۔ انہوں نے ذوالحجہ کی مناسبت سے فضائل بیان کرنا شروع کر دیے۔ ذوالحجہ کے پہلے عشرے میں عبادات کا ثواب، پھر حج اور قربانی کی فرضیت و فضیلت...... وہ دھیمے انداز میں کہتی رہیں۔ دوسری خواتین کے ساتھ نرجس بھی پوری یکسوئی سے ان کی بات سنتی رہی۔ اسے لگ رہا تھا کہ ہر بات سیدھی دل میں اتر رہی ہے۔

☆

''نرجس! کن سوچوں میں گم ہو......'' عادل نے سوچوں میں گم نرجس کو پکارا۔

''جی...... وہ...... میں کچھ سوچ رہی تھی۔''

''اوہووو...... تو آپ بھی سوچنے لگیں!'' عادل نے شوخ انداز میں اسے چھیڑا۔

''توبہ ہے، کبھی تو سنجیدہ ہو جایا کریں آپ...... مجھے آپ سے بہت ضروری بات کرنی ہے اور آپ......''

''اجی ہم آپ کی نہیں سنیں گے تو بھلا کس کی سنیں گے، کہیے بلکہ فرمائیے......'' عادل نے شریر نظروں سے نرجس کو دیکھا۔

''عادل...... آپ نہیں مانیں گے۔'' اب نرجس روہانسی ہو گئی تھی۔

''اوہو مذاق کر رہا تھا...... بس اب کچھ نہیں کہوں گا، اب بتاؤ شاباش!''

''امی کے گھر کے برابر پڑوس میں مستورات کی جماعت آئی تھی، وہاں ایک عالمہ بہن نے قربانی کی فرضیت کے بارے میں بتایا تھا، اس حساب سے تو مجھ پر بھی قربانی فرض ہے، میرے پاس سونے کا زیور تقریباً دو ڈھائی تولہ اور چاندی کا زیور بھی تین چار تولہ تو ہوگا۔ انہوں نے بتایا کہ زکوٰۃ بھی فرض ہے کیوں کہ ساڑھے باون تولہ چاندی کے نصاب کا اعتبار ہوتا ہے!''

''تو پھر تم ضرور کرو، کیوں کہ فرض کا سوال اللہ ضرور کرے گا۔''

''پر کیسے عادل...... آپ مجھے کوئی ماہانہ جیب خرچی تو دیتے نہیں تو میرے پاس پیسے کہاں سے آئیں گے؟ اس لیے آپ مجھے ایک حصے کے سات ہزار اور زکوٰۃ کے پانچ ہزار دے دیں۔''

''دماغ تو ٹھیک ہے تمہارا؟ میں کہاں سے دوں گا؟ اور پھر فرض تم پر ہے، مجھ پر نہیں، مجھ پر تو قرضہ ہے، نہ مجھ پر قربانی فرض ہے نہ زکوٰۃ، رہی بات خرچی نہ دینے کی تو کبھی تمہیں کسی چیز سے منع کیا، نہ کھانے پینے میں کمی رکھی، بس چھ ماہ ایک سال کی بات ہے، اللہ تعالیٰ کاروبار میں وسعت دے گا تو میں خرچی بھی ماہانہ باندھ دوں گا۔ زیور تمہارا ہے، میں نے شادی کے ان پانچ ماہ میں دیکھا تک نہیں ہے۔'' وہ عادل کو دیکھتی رہ گئی۔

☆

''باجی! میرے پاس تین تولہ سونا اور چار تولہ چاندی ہے، کیا مجھ پر قربانی اور زکوٰۃ فرض ہے۔'' عادل کے کہنے پر نرجس قریبی مدرسے سے مسئلہ معلوم کرنے آئی تھی۔

''جی بالکل دونوں چیزیں فرض ہیں آپ پر......''

''لیکن باجی میرے شوہر کی اتنی استطاعت نہیں ہے، نہ فی الحال وہ مجھے کوئی رقم دیتے ہیں۔ میری تو کوئی ذریعہ آمدنی بھی نہیں، تو میں کیسے دوں زکوٰۃ، کیسے کروں قربانی، کیا اب بھی فرض ہے۔'' نرجس کا لہجہ پریشانی میں کچھ تیز ہو گیا تھا۔

''جی بالکل فرض ہے، اور شوہر کی بات نہ کریں، زکوٰۃ قربانی آپ پر فرض ہے، نہ کہ آپ کے شوہر پر۔ زکوٰۃ قربانی کی ادائیگی آپ اپنے طور پر کریں، چاہے اس کے لیے آپ کو قرض ہی کیوں نہ لینا پڑے یا اپنے زیور میں سے کوئی چیز ہی کیوں نہ بیچنا پڑے، کیوں کہ زیور آپ کی ملکیت ہے نہ کہ آپ کے شوہر کی۔ ہاں اگر شوہر نے بنوا کر آپ کو صرف پہننے کے لیے دیے ہوں، مالک نہ بنایا ہو اور وہ زیور نصاب کے بقدر ہو تو اس پر زکوٰۃ اور قربانی آپ کے شوہر کے ذمے ہوگی۔''

''نہیں وہ زیور تو میری امی ابو نے شادی میں ہدیہ کیا تھا مجھے......'' نرجس نے دھیمی آواز میں کہا۔

''تو پھر آپ پر ہی فرض ہے۔''

''پر باجی میں کیسے......؟''

''آپ زیور میں سے کچھ بیچ دیں، جہیز کی بہت سی دوسری ایسی اشیاء ہوں گی، جو تین چار ہزار سے کم کی نہ ہوں گی، کپڑوں کا بھی انبار ہوگا، کچھ بھی بیچ سکتی ہیں، مگر بی بی یاد رکھیں ان سب مادی اشیاء نے یہیں رہ جانا ہے، جب کہ قربانی اور زکوٰۃ قبر اور حشر میں آپ کے ساتھ ہوں گی...... اور اگر آپ نے ان چیزوں کی زکوٰۃ نہیں نکالی تو یہ زیور آپ پر وبال بن جائیں گے۔''

باجی کی باتوں نے نرجس کے دل کو دہلا دیا تھا، مگر وہ چند ہزار کی وجہ سے اپنے خوبصورت زیور سیٹ میں سے کوئی چیز بیچ کر سیٹ خراب بھی نہیں کرنا چاہتی تھی۔ اس کو یوں سوچ میں گم دیکھ کر باجی نے اس کی

طرف دیکھا۔

"ایک مشورہ دوں آپ کو، آپ پڑھی لکھی لگتی ہیں، اس بار تو آپ قرض لے کر فرائض کی ادائیگی کرلیں اور عید کے بعد بچوں کو ٹیوشن پڑھانا شروع کردیں، آپ کے لیے آیندہ سال آسانی ہوگی۔"

"نہیں جی میں نے صرف میٹرک کیا ہے اور پڑھانے کا مجھے کوئی تجربہ نہیں۔"

"تو پھر کوئی رقم جمع تو ہوگی۔"

"جی ہیں تو سہی، میں نے اپنی امی کے پاس کچھ پیسے جمع رکھوائے ہوئے ہیں کہ کسی اچانک ضرورت کے وقت کام آئیں گے اور پھر مجھے عمرے پر جانے کا شوق بھی ہے بہت، اس نیت سے بھی میں امی کے پاس رقم جمع کرتی ہوں۔" نرجس نے تفصیل سے کہا تو باجی نے تاسف سے سر ہلایا۔

"نہیں بہن، اس وقت کی اصل ضرورت یہی ہے اور پھر عمرے کے شوق کی وجہ سے پیسہ جمع کرنا لیکن زکوٰۃ اور قربانی نہ کرنا تو دراصل شیطان کا ایسا سخت خطرناک حربہ ہے جو وہ دین کے پردے میں اللہ کی نافرمانی کرواتا ہے۔ اگر ان جمع شدہ رقم سے زکوٰۃ اور قربانی ہوسکتی ہے تو ٹھیک ہے ورنہ زیور میں سے کچھ بیچو۔ ہوسکتا ہے کہ تمہارا دل زیور اور چیزوں میں اٹکا ہو تو یاد رکھو کہ محبوب چیز اور مال اللہ کی راہ میں خرچ کرنا بہت زیادہ باعثِ اجر ہے اور نیکی کے اعلیٰ درجات دلانے والی بات ہے، میری مانو تو اللہ کے حکم کے سامنے دل کو مارو، تم دل کی قربانی دو......اللہ تمہیں اور زیادہ نوازے گا......" نرجس سر جھکائے کچھ سوچتی رہی اور پھر ان کا شکریہ ادا کرکے گھر واپس آگئی۔

☆

آج نرجس بہت خوش تھی۔ اس نے دو حصے قربانی کے نکالے تھے، ایک اپنی طرف سے ایک اپنے آقا پیارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب سے۔ اس نے اپنے جہیز کی کئی پسندیدہ اور بہترین چیزیں نکالیں اور ان میں سے جو اسے بہت پسند تھیں، اس کی قربانی دے دی، اسے بیچ کر اور زکوٰۃ کے فریضے کی ادائیگی کے ساتھ راہِ خدا میں قربانی میں حصہ بھی ڈالا۔ یوں اس نے اپنی کئی پسندیدہ چیزوں کی قربانی دی۔ وہ جانتی تھی کہ یہ چیزوں کی قربانی نہیں بلکہ دل کو قربانی تھی۔ اور دل قربان کرکے اسے کتنا سکون ملا تھا، یہ کچھ وہی جانتی تھی۔

پہلی عید

اہلیہ قاری خلیل احمد عثمانی

بکرا آنے کی خوشی اس سے چھپائے نہ چھپ رہی تھی۔ یہ خوشی تو اسے ہر عید ہی پر ہوتی جب ابو جی ایک پیارا سا بکرا لیے گھر میں آتے تو وہ ہی بکرے کی دل و جان سے خدمت کرتی تھی اور اب شادی کے بعد یہاں سسرال میں اس کی یہ پہلی بقرعید تھی اور میاں کے بکرا لانے پر بھی وہ نہال ہوئے جا رہی تھی۔ یہاں چونکہ تین بکرے لائے گئے تھے، اس لیے حفاظت و خدمت کے لیے ایک خدمت گار رکھ لیا گیا تھا۔ تین حصے گائے میں بھی ڈالے گئے تھے۔ زینت کے ساس سسر اور جیٹھ جیٹھانی بھی ساتھ ہی رہتے تھے۔ گھرانہ کافی سلجھا ہوا اور دین دار تھا۔ زینت یہاں بہت خوش تھی۔ صالحہ آپا جو زینت کی جیٹھانی تھیں، بڑی سمجھ دار، سلیقہ شعار اور بردبار خاتون تھیں۔ ان کی دو بیٹیاں ارسہ اور شاہدہ تھیں اور ایک چھوٹا بیٹا تھا۔ انہوں نے صالحہ کو دیورانی کی بجائے بہن سمجھا تھا اور یہاں سسرال کے نئے ماحول میں سیٹ ہونے میں زینت کی قدم قدم پر رہنمائی کی تھی۔

میکے میں امی ابو کے علاوہ زینت کا ایک بھائی ہی تھا۔ اپیا کی تو شادی ہوچکی تھی اور اب وہ دو ننھے منے بچوں کی اماں تھی، ان کے بعد بھائی جان جو سعودیہ سیٹل تھے اور پھر زینت کا نمبر تھا، زینت کے بعد اس سے دو سال چھوٹا بھائی تھا۔ شادی سے پہلے زینت ہر عید پر رات ہی سے کافی کام نمٹالیا کرتی تھی کیوں کہ عید کے روز اپیا آجاتی تھیں اور دونوں بہنیں پھر خوب باتیں کرتیں۔ یہاں سسرال میں بھی عید کا کافی سارا سامان رات کو بنالیا جاتا۔ افراد بھی زیادہ تھے، لہٰذا رات ہی سے تیاری شروع ہوجاتی، صالحہ آپا اور زینت نے بریانی، گوشت، کباب کے لوازمات تیار کرلیے۔ چاٹ کی سب اشیاء بنالیں، کھیر پکالی گئی، سویوں کے لیے میوہ جات کاٹ لیے اور کافی سارے مزید کام بھی نمٹالیے۔ صالحہ آپا نے اسے بتایا تھا کہ یہاں عید کے دن کھانے میں بیٹیاں داماد بھی شامل ہوتے ہیں، کبھی ان کے باقی گھر والے بھی مدعو کرلیے جاتے ہیں لہٰذا کھانا اسی حساب سے بنایا جاتا ہے۔

"آپا کیا سب اکٹھے کھاتے ہیں؟" زینت کو فکر لگ گئی۔

"ارے نہیں بھئی، ایسا کیسے ہوسکتا ہے......خواتین اور مردوں کے لیے الگ الگ انتظام کیا جاتا ہے، نیچے کے حصے میں عورتیں اور اوپر کی منزل پر مرد حضرات بیٹھتے ہیں، اور اللہ کے فضل سے اتنے افراد کے باوجود بہت لطف و مزے سے کھانا کھایا جاتا ہے۔" صالحہ آپا اسے بتا رہی تھیں اور وہ سوچ رہی تھی۔ سچ ہے جب دل صاف اور محبتیں زندہ ہوں تو یہ خوشیاں بوجھ کہاں بنتی ہیں؟

عید کے دن نماز کے فوراً بعد قربانی کر دی گئی۔ گوشت تقسیم کرنے میں خاص طور پر غریب رشتہ داروں اور پڑوسیوں کے لیے گوشت نکالا گیا اور باقی گوشت کے مختلف پیکٹ بنا کر رکھ دیے۔ کھانے کی تیاری میں بھی اتنی مشکل نہ ہوئی کہ کافی انتظام تو رات ہی کرلیا گیا تھا، بس ادھورے کام مکمل کیے۔ نندوں ان کے خاوند بچوں کے آنے سے پہلے دونوں تیار بھی ہوچکی تھیں، کھانا بھی تیار تھا اور گھر بھی خوب چمک رہا تھا، کیوں صفائی ستھرائی بھی کل ہی کرلی گئی تھی، غرض سلیقے اور محبت نے گھر کے ماحول کو بڑا پرسکون بنادیا تھا۔ کھانے کی سب نے بہت تعریف کی اور سب نے اپنے ہاں آنے کی دعوت بھی دی۔ عصر کے وقت جب کاموں سے فراغت ملی تو زینت بالآخر دل کی بات زبان پر لے ہی آئی۔

"آپا! اگر میں امی کے گھر جانا چاہوں تو اماں اجازت تو دے دیں گی نا؟ فواد سے تو میں نے پوچھ لیا ہے۔"

"ہاں کیوں نہیں ضرور جاؤ، اماں جی روک ٹوک نہیں کرتیں، خاوند کی اجازت مل جائے اور کام ہوجائیں جو کہ ہوچکے ہیں تو بس، تم اماں کو بتا کر فواد کے ساتھ امی کے گھر چلی جاؤ، میں یہیں ہوں، میں نے کل صبح جانا ہے۔" صالحہ آپا نے اسے تسلی دی تو وہ خوش ہوگئی۔ مغرب تک وہ میاں کے ساتھ میکے پہنچ گئی۔ آپی، ان کے بچے، اماں، ابو، بھائی سب ہی تو منتظر تھے۔ اپیا نے سارے کام سنبھالے ہوئے تھے۔ رات جب وہ اپنے گھر لوٹی تو تھکن سے نڈھال تھی۔ بستر پر لیٹے لیٹے اسے خیال آیا کہ آج کی یہ عید کتنی مختلف اور پرمسرت تھی۔ جانے کتنی لڑکیوں کی یہ سسرال میں پہلی عید ہوگی؟ کیا سب کی یہ پہلی سسرالی عید یونہی خوشیوں بھری ہوتی ہوگی، لازم تو نہیں...... یہ تصور اسے لرزا گیا اور بے اختیار اس کے لبوں سے الحمدللہ نکلا۔ پھر وہ دل ہی دل میں دعا کرنے لگی:

"اے اللہ! ہر لڑکی کو خوشیوں بھری عید عطا فرمانا، سب کو خوب عید کی خوشیاں نصیب فرمانا اور اچھا سسرال اور محبت کرنے والا شوہر بھی......" فواد کی قابل ستائش نگاہیں یاد آتے ہی وہ مسکرادی۔ "اے اللہ! ہم لڑکیاں صرف تیرے سہارے اپنے گھر کو الوداع کہہ کر سسرال آجاتی ہیں، تو ہم سب کا یہ میکے سے سسرال تک کا سفر خوش گوار بنانا اور پرسکون خوشیوں بھری زندگی نصیب فرمانا......"

اس کی آنکھوں سے ایک آنسو ٹپکا تھا اور اس کا انگ انگ دعا گو تھا۔

گوشت، چربی اور بڈھ

آمنہ خورشید

"یہ اتنے بڑے پیکٹ کس لیے بنائے ہیں؟ اپنے حصے کے لیے؟ اچھا اچھا پھر ٹھیک ہے۔"

خالدہ آپا میرے دائیں طرف پڑے گوشت کے تھیلوں کی جانب دیکھتے ہوئے بولیں یہ قربانی کا دن تھا بلکہ شام کہہ لیں اور ہم گوشت کے تین حصے کرنے میں مصروف تھے۔

"نہیں آپا! یہ تو میں نے دینے کے لیے بنائے ہیں، اپنے لیے یہ گوشت رکھا ہے۔" ہم نے اپنے بائیں طرف اشارہ کیا۔

"کیا...... یہ دینے کے لیے؟؟" انہوں نے ہمیں یوں دیکھا جیسے ہمارے سینگ نکل آئے ہوں۔ ہم نے بمشکل اپنے ہاتھوں کو سر پہ پھیرنے سے روکا کہ بقول کسے۔

کیا غضب کا تھا ان کی نگاہوں میں یقیں!

پھر وہ ناراض سی نظر آنے لگیں۔ ہم جلدی سے بولے:

"آپا! اس میں کوئی بری بات تو نہیں ہے کہ ہم چند ننھے منے پیکٹ دینے کی بجائے اللہ کے بندوں کو تھوڑا زیادہ گوشت دے دیں؟ ہم اپنے لیے کیوں نہیں رکھتے یہ ڈھیر ساری چربی جبکہ پیارے نبی ﷺ کا فرمان ہے کہ تم میں سے کوئی اس وقت تک مومن نہیں ہو سکتا جب تک وہ اپنے بھائی کے لیے بھی وہی پسند نہ کرے جو وہ اپنے لیے پسند کرتا ہے۔"

لیکن خالدہ آپا سے میری دادی جان ایسے ہی تو نہیں چڑتی تھیں! انہوں نے ایک ہاتھ میری طرف بڑھایا۔ میں سمجھی مجھے شاباش دینے کے لیے آئی ہیں۔ میں نے فخر سے اپنا کندھا آگے کر دیا لیکن انہوں نے تو میرا بازو پکڑا اور مجھے پیڑھی پہ سے اٹھا دیا۔ اس پیڑھی پہ سے جس پہ ہم بڑی مشکل سے خود کو ٹکائے بیٹھے تھے اور میری جٹھانی کی چار سالہ ننھی کنزہ پیڑھی کو ایسی وزدیدہ نظروں سے دیکھے جا رہی تھی جیسے ابھی ٹوٹی کہ ٹوٹی! خیر ہمیں تو گوشت کے حصے کرنا تھے اور "بلاواسطہ" فرش پہ ہم بیٹھ نہیں سکتے۔ تو اب بھاری بھرکم خالدہ آپا اسی پیڑھی پہ براجمان تھیں جس کی چوں چراں سے گھبرا کر ننھی کنزہ باہر جا چکی تھی، شاید ایمبولینس منگوانے گئی ہو! آپا کے لیے؟ ارے نہیں بھئی......

☆

خالدہ آپا نے سب سے چھوٹے سائز کا ایک شاپر اٹھایا، اس پہ دو عدد بوٹیاں، ڈھیر ساری چربی اور ایک بڑی ہڈی (آپ 'بڈھ' کہہ لیں تو مجھے کوئی اعتراض نہیں) رکھ کے بولیں:

"ایسے بناتے ہیں حصے دینے دلانے کے لیے!"

"استغفراللہ" ہم نے دل ہی دل میں کہا۔ باآواز بلند کہنے میں خدشہ تھا کہ آپا کمرے سے ہی نہ نکال دیں، لیکن جب انہوں نے دو تین اور ننھے ننھے شاپر اٹھائے تو ہم رہ نہ سکے:

"خالدہ آپا!" ہم نے بہت پیار سے انہیں مخاطب کیا۔

"ہم سارا سال چھوٹا بڑا گوشت کھاتے رہتے ہیں لیکن کم استطاعت والے اللہ کے کچھ بندے بڑی عید کے انتظار میں ہوتے ہیں نہ کہ ہم ان کو اپنی قربانی میں سے ان کا حصہ وافر مقدار میں پہنچائیں تا کہ وہ اور ان کے بچے ہمیں ڈھیروں دعائیں دے سکیں......" ابھی ہم اتنا ہی کہہ پائے تھے کہ عجیب سی آوازیں آنے لگیں۔

"چوں چوں...... چراں...... ٹھاہ!!"

اور ہمیں اپنے قدموں میں زلزلہ سا محسوس ہوا کیونکہ خالدہ آپا پیڑھی کے درمیانی حصے سے نیچے آ گئی تھیں اور کنزہ کی امی جو اندر آ چکی تھیں، اب نہایت گھبرا کر پیڑھی کو...... نہیں! نہیں! خالدہ آپا کو اٹھانے کی کوشش کر رہی تھیں۔ ہم نے بھی فوراً آگے بڑھ کر ان کا ساتھ دیا۔

خیر اس افراتفری کا فائدہ اٹھاتے ہوئے ہم نے جلدی جلدی پیکٹ بنائے۔ اپنے حصے کا گوشت کچن میں پہنچایا اور فرش پہ سے چٹائی اٹھا کے دھو دی۔ پھر ہم خالدہ آپا کا حال پوچھنے بڑے کمرے میں جا پہنچے جہاں وہ نیم دراز قربانی کا گوشت بلکہ 'بڈھ' سے نکلا ہوا لذیذ سوپ نوش فرما رہی تھیں۔ لفظ 'بڈھ' ہمیں بہت برا لگتا ہے کیونکہ اس سے ہمیں امی جان کے گھر گزارا وہ دور یاد آ جاتا ہے جب ہمیں 'بڈحرام' کے لقب سے یاد کیا جاتا تھا۔

خالدہ آپا کو بہت درد محسوس ہو رہا تھا۔ ان کے چہرے پہ رقت طاری تھی جس کی وجہ سے ہم نے قوی اندازہ لگا لیا کہ ان کو ہماری بات سمجھ میں آ گئی ہو گی اور ہم نے پیشگی جملے بھی سوچ لیے۔

"ہاں ناں خالدہ آپا! آپ ٹھیک کہہ رہی ہیں۔ دیکھیں ناں! ہم جو اتنا منا سا پیکٹ بنا کے بھجواتے ہیں اس سے ایک وقت کا سالن بھی کہاں پکتا ہے کجا کہ غریبوں کی مدد کے دعوے اور......" لیکن!...... خالدہ آپا نے ہمیں مسکرا کے اپنے پاس بلا لیا اور بولیں: "سارا! بڈھ!...... آہ"

'ادھر وہ کراہیں اور ادھر ہم حیران پریشان کہ ہماری جوانی کا لقب اب یہاں بھی؟ یہ تو وہی بات ہو گئی، لیموں پانی، کبھی بھی، کہیں بھی! لیکن خالدہ آپا نے اپنا جملہ یوں مکمل کیا:

"سارا! بڈھ ڈھیر سارے رکھ لینا حصے بناتے وقت، ان کی یخنی بہت مزیدار ہوتی ہے!"

دو ماہ میں انگریزی بولیئے

المصباح انسٹیٹیوٹ

کا ایک اور اہم قدم

چوتھی، پانچویں، چھٹی جماعت کے بچوں کیلئے

ایک سال میں انگلش روانی سے بولنے کا نادر موقع

داخلے محدود ہیں

7 سال سے خواتین و بچوں کو انگلش سکھانے کا با اعتماد ادارہ

صرف ہفتے اور اتوار کو کلاسز

ماہانہ اور ایڈمیشن فیس مناسب

باپردہ ماحول

آدم جی نگر دھوراجی کراچی

0333-3424060,0321-2196029

نبی کی سُنّت زندہ کریں گے

سطوت پورے دھیان سے سالن پکانے میں مصروف تھی کہ اسے اچانک عمر نے آواز لگائی۔ ''مما یہ دیکھیں......''

وہ چونک کر پلٹی اور حیران رہ گئی۔ عمر ہاتھ میں قربانی کے جانور کو پہنائے جانے والے تمام زیورات لیے کھڑا تھا۔

''ارے یہ کہاں سے نکال کر لائے ہو تم؟'' اس نے چیخ کر پوچھا۔ وہ سمجھ گئی تھی کہ اگر یہ خود نکال کر لایا ہے تو یقیناً پوری الماری بکھیر کر آیا ہوگا۔

''نیچے والی الماری میں سے ......'' عمر نے معصومیت سے جواب دیا۔ وہ غصے میں گرم چمچ لے کر اس کی طرف بڑھی۔

''کس نے کہا تھا تمہیں کہ اس الماری کو کھولو؟'' اس نے ڈپٹ کر پوچھا۔

''عبداللہ نے......'' عمر نے فوراً کہا۔ عبداللہ کونے میں بیٹھا ہنسی دبا رہا تھا۔ سطوت نے جا کر اس کی پیٹھ پر دھموکا جڑ دیا۔

''اچھا تو عمر کو سکھانے، شرارتیں کروانے اور پھر پٹوانے والے تم ہو۔'' عبداللہ کو ہنسی آ گئی۔

''بیٹا یہ سب کیوں نکالے ہیں؟'' سطوت نے عمر سے پوچھا، جواب عبداللہ نے دیا۔

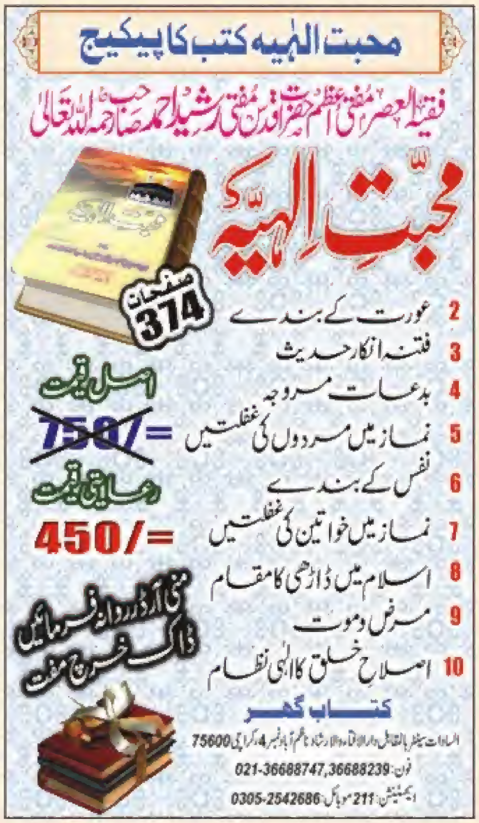

''بابا بکرا لائیں گے اس کو پہنانے کے لیے نکالے ہیں۔'' سطوت کچن کی طرف بڑھ گئی۔

''یا اللہ! بچے دن گن گن کر گزار رہے ہیں، جتنی حیثیت ہے، ویسا جانور مل جائے۔ قرض بھی ادا ہو، بچے بھی خوش ہو جائیں۔'' اس نے دل ہی دل میں دعا مانگی۔

☆

شان گیا منڈی
منڈی سے لایا بکرا
شان بھی چھوٹا، بکرا بھی چھوٹا

اپنے دوست شان کا 'چھوٹا سا بکرا' دیکھ کر عبداللہ نے نظم بنائی تھی اور عمر کو یاد کروا دی تھی۔ اب عمر چیخ چیخ کر پڑھ رہا تھا۔ سطوت نے سن لیا۔

''عمر! کیا کہہ رہے ہو؟'' پانچ سالہ عمر نے لہک لہک کر آٹھ سالہ عبداللہ کی شاعری سنا دی۔

''کس نے سکھایا تمہیں......؟'' سطوت کے دل کو دھچکا لگا کہ محلے والے چھوٹے جانور کا یوں مذاق بناتے ہیں۔

''عبداللہ بھائی!''

''عبداللہ......!!!'' سطوت حلق کے بل چیخی تو وہ فوراً نو دو گیارہ ہو گیا

☆

''آپ منڈی دیکھ آئے؟'' سطوت نے کامران سے پوچھا۔

''ہاں دیکھ آیا، بہت ہی زبردست منڈی ہے۔''

''اچھا پھر کوئی جانور سمجھ آیا؟''

''اللہ سے عافیت کی دعا مانگو حاجیانی، جانوروں کے دام ہماری پہنچ سے کوسوں دور ہیں۔'' کامران کے جواب پر سطوت سوچ میں پڑ گئی۔

''اجتماعی قربانی میں حصہ ڈال دیں؟'' سطوت نے پر سوچ انداز میں کہا۔

''کوئی حرج نہیں، بس اللہ واجب پورا کروا دے۔'' کامران نے فکرمندی سے کہا۔

قرأت گلستان

''پتا نہیں بقیہ چھ حصہ داروں کی کمائی کیسی ہو؟'' سطوت نے کہا۔

''ایک تو تمہاری مجھے سمجھ نہیں آتی، پہلے خود ہی کہا اجتماعی قربانی، اب خود ہی شبہ میں پڑ رہی ہو؟'' کامران نے اکتاہٹ سے کہا۔

''آپ ایک بار پھر منڈی جا کر دیکھ آیئے، اللہ نے چاہا تو نصیب کا جانور مل ہی جائے گا۔''

''ہاں میں کل پھر جاؤں گا۔ دو رکعت صلوٰۃ الحاجت پڑھ کر اللہ سے مدد مانگوں گا۔ اللہ کی ذات سے امید ہے کہ آسانی والا معاملہ فرمائے گا۔'' کامران نے ہمیشہ کی طرح اللہ کی ذات پر توکل کرتے ہوئے کہا۔

''ان شاء اللہ!'' سطوت نے پر امید ہوتے ہوئے کہا۔

☆

''اللہ کے نام پر دے دو بابا......'' پلاسٹک کا چھوٹا سا پیالہ ہاتھ میں پکڑ کر عمر پورے گھر میں گھوم رہا تھا۔

''عمر یہ کیا کر رہے ہو؟'' سطوت نے پوچھا۔

''فقیر بنا ہوا ہوں۔'' عمر نے بے ساختہ کہا۔

''بیٹا ہم تو فقیر کو پیسے دیتے ہیں ناں؟ آپ خود اپنے ہاتھ سے دیتے ہوں ناں گلی والے بابا کو...... تو آپ پیسے لینے والے نہیں دینے والے بنو۔'' سطوت نے سمجھایا۔

''مما ہمارے پاس پیسے نہیں ناں، اس لیے میں اللہ کے نام پہ پیسے مانگ رہا ہوں۔''

''آپ کو کس نے کہا کہ ہمارے پاس پیسے نہیں ہیں، ہمارے پاس بہت پیسے ہیں، اللہ کا شکر ہے، اِدھر آؤ میں آپ کو پیسے دوں، شام کو جب گلی میں بابا آئے تو آپ اسے دے دینا۔'' سطوت نے اس کے ذہن سے مانگنے کا تاثر زائل کرنے کے لیے کہا۔

''عبداللہ نے کہا ہے کہ ابو کے پاس پیسے نہیں ہیں، اس لیے بکرا نہیں لا رہے۔'' عمر نے کہا اور سطوت سر تھام کر بیٹھ گئی۔

☆

نوٹ: Peri کی پراڈکٹس ہر ہومیو، جنرل، اور میڈیکل سٹورز پر دستیاب ہیں۔ برائے معلومات 0300-4325915, 0345/0321-6680699

لاہور ایس ایس لنکرز ہومیو سٹور 22 علامہ اقبال روڈ فون نمبر: 042-36314149,36369261 گوجرانوالہ پاک دواخانہ امیر ہومیو، اوور ہیڈ برج سیالکوٹ روڈ
گجرات علی ہومیو سٹور چوک نواب سیالکوٹ گڈ لک ٹو ہومیو، ریلوے روڈ جہلم پنجاب ہومیو، میاں ہومیو، ہمدرد دواخانہ رام دین بازار راولپنڈی سپر ہومیو، جاوید ہومیو بوہڑ بازار
منگورہ سوات کریم فارمیسی ائیر پورٹ روڈ پشاور الشفاء ہومیو سٹور، سکندر پورہ کوہاٹ محمدی ہومیو سٹور کوچہ غلام مصطفیٰ مین بازار۔ اٹک ظہیر ہومیو سٹور، ریلوے گراؤنڈ۔
ڈیرہ اسماعیل خان بلاول، نواز، تحسین ہومیو سٹور، بالمقابل حق نواز پارک فیصل آباد پنجاب، فیصل، پاک، عبداللہ ہومیو سٹور، چنیوٹ بازار۔ ملتان سپر الشافی ہومیو گھنٹہ گھر کچہری روڈ
بہاولپور سٹی، فیصل ہومیو سٹور، احمد پوری گیٹ بہاولنگر عادل جنرل سٹور، تحصیل بازار، زیشان ہومیو بلدیہ روڈ رحیم یار خان طاہر، پاکستان، سومرو ہومیو سٹور، بانو بازار سکھر گیلانی ہومیو سٹور، واحد مارکیٹ تھلہ۔ حیدرآباد جرمن ہومیو سٹور، لجپت روڈ کراچی 0312-2810777 خواجہ میڈیکل سٹور ایمپرس مارکیٹ صدر۔ مانسہرہ الیاس پنسار سٹور، ظفر روڈ

کامران نے دوسرے دن منڈی جانے سے پہلے صلوٰۃ الحاجت پڑھی، خوب اللہ سے دعا کی اور ایک دوست کے ساتھ منڈی پہنچ گیا۔ اللہ نے فضل فرمایا کہ منڈی پہنچتے ہی اسے فوراً ایک جانور پسند بھی آگیا، قیمت بھی اس کی حیثیت کے مطابق تھی۔ وہ سودا پکا کرنے لگا تو اس کا دوست بولا: ’’کامران ایک بار پھر سوچ لو؟‘‘

’’نہیں یار! جتنا سوچوں گا، اتنا الجھوں گا، بس سوچ لیا۔‘‘

’’میری مانو تو ایک بار بھابھی سے بھی پوچھ لو۔‘‘ دوست نے پھر مشورہ دیا۔

’’وہ بھی منع نہیں کرے گی میرے بھائی۔‘‘ کامران نے یقین سے کہا۔

’’یار پورے محلے میں تمہارا مذاق بن جائے گا۔ میری مانو چار چھ ہزار اور ڈال کے بکرا لے لو۔‘‘

’’مسئلہ تو اسی چار چھ ہزار کا ہے ناں اللہ کے بندے اور مذاق کیوں کوئی اڑائے گا، یہ تو نبی ﷺ کی سنت ہے، اللہ حفاظت فرمائے سب کی۔‘‘

کامران نے استغفار پڑھنا شروع کردیا مگر کامران کے دوست نے درست کہا تھا۔ کامران کے ساتھ بکری دیکھ کر اکثر لوگوں نے دبے دبے انداز میں طنز کیا اور مذاق اڑایا۔ وہ سب کو سمجھاتے اور استغفار پڑھتے آگے بڑھ جاتا۔ عید کے دن ذبح کے وقت قصائی بھی ہنسنے لگا۔

’’بھائی! تم بے کار ہی لے آئے بی بکری کو، اب اگر پیٹ میں بچہ نکل آیا تو؟‘‘ قصائی نے مذاق اڑانے کی کوشش کی۔

’’پھر تو مزے ہی مزے استاد، اس سال بھی قربانی اور اگلے سال کی بھی ایڈوانس قربانی!‘‘ قصائی کے مددگار لڑکے نے کہا تو سب ہنسنے لگے۔

’’اللہ کے بندو! تم کو پتا ہے کہ اللہ کے نبی ﷺ نے بھی بکری ذبح کی ہے، اس لحاظ سے تو یہ نبی ﷺ کی سنت ہے، اور ایک سنت کو زندہ کرنے پر سو شہیدوں کا ثواب ہے اور نبی صلی ﷺ کی سنت کا مذاق اڑانے والا ایمان سے بھی چلا جاتا ہے، اس لیے تم لوگ کلمہ بھی پڑھ لو اور استغفار بھی......‘‘ کامران نے تاسف سے کہا۔

’’اللہ معاف فرمائے، چلو استاد! پھر قبلہ رخ کرو اور دعا پڑھ لو۔‘‘ قصائی فوراً سنجیدہ ہو گیا تھا۔

بابا لائے بکری
بکری کے ساتھ ایک بچہ
اس سال کھائیں گے بکری
اگلے سال کھائیں گے بچہ

قصائی کی باتیں سن کر عبداللہ نے فوراً نظم تیار کر لی تھی۔ کامران نے عمر کے کان میں کچھ کہا اور پھر دونوں لہک لہک کر کہنے لگے:

نبی کی سنت زندہ ہم کریں گے
ثواب سو شہیدوں کا ہم پائیں گے

کامران عمر کے ساتھ ساتھ زور زور سے کہہ رہا تھا۔ قصائی اور اس کا ساتھی محویت سے دونوں کو دیکھنے لگے۔ عبداللہ بھی اپنی شاعری بھول گیا اور ان کے ساتھ کہنے لگا......

نبی کی سنت زندہ ہم کریں گے
ثواب سو شہیدوں کا ہم پائیں گے

☆☆☆

قربانی کا گوشت کیسے تقسیم کریں؟

ہم قربانی کا گوشت ایسے شاندار طریقے سے تقسیم اور استعمال کرتے ہیں کہ لوگ اَش اَش کر اٹھتے ہیں۔ آیئے آج ہم آپ کو بھی اپنی ٹپس بتاتے ہیں۔

(1) ویسے تو الحمدللہ ہمارا ڈیپ فریزر سارا سال ہی گوشت، مرغی سے بھرا رہتا ہے مگر عیدالاضحیٰ کے گوشت کا تو اپنا ہی مزہ ہوتا ہے۔ اس لیے کم از کم اتنا گوشت ضرور بچا کر رکھ لیتے ہیں، جس سے ڈھائی تین مہینے تک دل بھر کر تکے، کباب وغیرہ کھائے جاسکیں اور کچھ مہینے بجٹ میں سے گوشت کے پیسے بچا کر سکون کا سانس لے سکیں۔

(2) ہمارے ہاں گائے کی قربانی ہوتی ہے اور بڑا گوشت زیادہ کھانے سے معدہ خراب ہونے کا ڈر ہوتا ہے، اس لیے ہم اپنی ان تمام سہیلیوں سے جن کے گھر بکرے ذبح ہوتے ہیں، پہلے ہی طے کر لیتے ہیں کہ وہ اپنے بکرے کا کچھ گوشت ہماری گائے کے گوشت سے تبدیل کرلیں، اس طرح ہم بآسانی بڑے کے ساتھ چھوٹے گوشت کا مزہ بھی اٹھا لیتے ہیں۔

(3) ہم پورے انصاف سے کام لیتے ہوئے گوشت کے تین حصے بناتے ہیں۔ ایک حصہ عمدہ قسم کے گوشت کا، دوسرا حصہ ملا جلا گوشت کا اور تیسرا حصہ ہڈیوں اور چھیچھڑوں کا۔ عمدہ والے گوشت کے پیکٹ بنا کر اپنے ڈیپ فریزر کے پیٹ میں جمع کرادیتے ہیں تاکہ وقتاً فوقتاً تلا ہوا گوشت، چپلی کباب، سیخ کباب، شامی کباب، فرائیڈ چانپیں، حلیم اور باربی کیو بنائے جاسکیں (آیا ناں منہ میں پانی؟)، اب ملے جلے عام سے گوشت کو عزیز و اقارب میں تقسیم کریں اور ہڈیاں چھیچھڑے ان فقیروں میں بانٹ دیں جو مع اہل وعیال گوشت مانگنے کے لیے آپ کے گھر کے سامنے دھرنا دیے ہوتے ہیں۔ ان کے گھر کون سا فریج ہوتے ہیں جو وہ گوشت سنبھال سکیں! انہوں نے تو جمع شدہ گوشت بازار میں بیچنا ہی ہوتا ہے، اس لیے ہڈیاں اور چھیچھڑے بھی بخوشی لے جاتے ہیں۔

(4) گوشت تقسیم کرتے وقت یہ خاص دھیان رکھیں کہ کسی کی حق تلفی نہ ہونے پائے یعنی جس کے گھر سے جتنا گوشت آیا ہے، کم از کم اتنا ہی گوشت اس کے گھر بھی جائے اور محلے میں جس نے یہ سوچ کر اپنے بکرے کا گوشت آپ کے گھر نہ بھیجا ہو کہ چلو ان کے ہاں تو پوری گائے ذبح ہوئی ہے، اس کے گھر گوشت بھیجنے کی آپ کو کیا ضرورت پڑی ہے۔

(5) گوشت بانٹتے وقت غریبوں کا خاص خیال رکھیں۔ ان بے چاروں کو تو سال میں ایک بار ہی گوشت نصیب ہوتا ہے۔ اس لیے ایک آدھ پیکٹ اپنی ماسی کو ضرور دیں تاکہ وہ آپ کی احسان مند ہو کر آپ کا کام احسن طریقے سے کرسکے۔ اس طرح آپ کو دوہرا فائدہ ہوگا، دین کا بھی اور دنیا کا بھی۔

(6) اگر آپ کا کوئی سمدھیانہ ہے تو ان کے ہاں بکرے کی ران یا گائے کی ران کا بڑا سا بھاری بھرکم ٹکڑا چاندی کا ورق لگا کر ضرور بھیجیں، تاکہ ان پر آپ کی دریادلی کا اچھا تاثر قائم ہوسکے۔

(7) عیدالاضحیٰ کے گوشت سے آپ اپنے رشتہ داروں اور دوستوں کی جتنی دعوتیں کرسکتے ہیں، نمٹا دیں، تاکہ اس کے بدلے سارا سال آرام سے ان کے ہاں دعوتیں اڑا سکیں۔

اچھا اب اجازت دیں...... مگر آخر میں یہ بتاتے چلیں کہ یہ ہدایات اللہ کی خوشنودی کے طلب گاروں کے لیے ہرگز نہیں ہیں!!

ام حافظ۔ راولپنڈی

رسمِ وفا

مناجیہ جبیں

6

تین ماہ بعد اس کی ساس کراچی میں واقع اپنے گھر واپس آ گئی تھیں اور انہوں نے بیگم ہمدانی سے ابیہ سے ملنے کی خواہش ظاہر کی تو وہ لوگ ابیہ کو لے کر کراچی آ گئے تھے۔ امل بھی ان کے ساتھ تھی، جو ابیہ سے اب بہت مانوس ہوگئی تھی۔ ابیہ اپنے بابا اور ماما کے ساتھ اپنے اس گھر میں واپس آئی جہاں وہ ایہاب کی دلہن بن کر آئی تھی تو اس کے پرانے زخم پھر ہرے ہونے لگے۔ کس طرح وہ جاپان کے سفر پر جاتے وقت اپنے ہاتھ سے سارا گھر سمیٹ کر اپنا بیڈ روم لاک کر کے آئی تھی اور آج جب اس نے اپنا بیڈ روم کھولا تو سارے نقوش تازہ ہو گئے۔ وہ دیر تک سحر زدہ اپنے بیڈ پر بیٹھی رہی۔ یہاں ہر طرف ایہاب کی خوشبو بسی تھی۔ یہ سحر امل کی آواز سے ٹوٹا تھا، اس نے چونک کر اپنے گیلے چہرے کو ہاتھوں کی پشت سے رگڑ ڈالا۔

اپنا سامان رکھ کر وہ کامن روم میں چلی آئی، جہاں ابیہ کی ساس، ماما اور بابا حال احوال میں مشغول تھے۔ ابیہ کی ساس بیٹے کی وفات کے بعد بہت کمزور اور ٹوٹ گئی تھیں۔ وہ چاہتی تھیں کہ ابیہ یہاں آ جائے اور ایہاب کا کاروبار اور گھر وغیرہ سنبھالے۔ ابیہ کے والدین کشمکش کا شکار ہو گئے کہ اکیلی ابیہ کی جان یہ سب بوجھ کیونکر اٹھا پائے گی، جبکہ اس کے ساتھ اب چھوٹی بچی بھی ہے۔

☆

جتنی دیر میں معیز آیا۔ ڈاکٹر بچی کو آپریشن تھیٹر لے جا چکے تھے۔ بچی کے دائیں بازو کی ہڈی رکشے کے پہیے کے نیچے آ کر کچل سی گئی تھی۔ زیادہ بڑا مسئلہ یہ ہوا تھا کہ بچی کے دماغ پر خوف کا شدید اثر ہوا تھا۔ آخر وہ چھوٹی سی بچی ہی تو تھی، جس نے کچھ عرصہ پہلے ہی ایک بہت بڑا حادثہ دیکھا تھا اور اپنی ماں سے بچھڑ گئی تھی اور اب پھر اسے حادثہ پیش آ گیا تھا۔ سرجن کا خیال تھا کہ اگر ہاتھ کا آپریشن کامیاب ہو بھی جائے تو بچی کے کومے میں جانے کا خطرہ بہرحال باقی ہے کیونکہ اس کا نروس سسٹم متاثر ہوا تھا۔ ریان کا کریڈٹ کارڈ اس وقت کام آ رہا تھا۔ معیز کے آ جانے سے ریان کو ذرا حوصلہ ملا تھا۔ معیز ریان کے چہرے سے ہی معاملے کی سنگینی سمجھ گیا تھا۔ تھیٹر کے باہر دو خواتین بے حد پریشان کھڑی تھی۔ معیز ریان کے پاس آ کر ٹھہرا تو وہ دونوں چونک اٹھیں۔ جو ضعیف خاتون تھیں، انہوں نے صرف ایک چادر لی ہوئی تھی لیکن ان کے ساتھ ایک خاتون جو نسبتاً کم عمر کی لگ رہی تھی، حجاب کیے ہوئے تھی۔ مگر پردے کے باوجود اس کے شدت غم اور اضطراب کو وہ دونوں محسوس کر سکتے تھے۔ معیز کو ایک نظر دیکھ کر انہوں نے سر جھکا لیا تھا۔ معیز نے ریان کا کندھا تھپکا اور اسے باہر آنے کا اشارہ کیا۔ ریان ان خواتین سے معذرت کرتا ہوا باہر نکل آیا۔

باہر آتے ہی ریان ضبط کھو بیٹھا اور ایک دم معیز کے کندھے سے لگتے ہی بلک پڑا۔

''حوصلہ کر یار مجھے بتا کیا ہوا ہے.....؟'' معیز نے اسے بازوؤں میں لے کر بھینچا۔ ریان نے اسے تمام جزئیات کہہ کر سنائیں کہ کس طرح اس کے فضول سے ایڈونچر کی وجہ سے ایک معصوم کلی زندگی اور موت کے پل صراط پر کھڑی تھی۔ معصوم بچی کا سن کر معیز کا دل کسی نے مٹھی میں لے کر بھینچا تھا۔ خود وہ بھی دو سالہ رابعہ کا باپ تھا۔ اس کی نظر میں اپنی معصوم کلی کا چمکتا دمکتا سراپا گھوم گیا۔ اس نے ریان کو رونے دیا۔ خود اس کا دل بے حد بوجھل ہو گیا تھا، پھر اسے خواتین کا خیال آیا۔ کہیں وہ یہ نہ سمجھ رہی ہوں کہ ہم دونوں موقع سے فائدہ اٹھا کر بھاگ لیے ہیں۔ وہ دونوں اندر آ گئے۔ دونوں اب تک ٹہل رہی تھیں۔ ریان نے احترام سے ان دونوں خواتین کو دیکھا جنہوں نے ایک بار بھی اسے مورد الزام نہیں ٹھہرایا تھا، ورنہ تو ایسے موقع پر لواحقین حادثے کے ذمہ دار کو بری طرح زدوکوب کر کے پولیس کے حوالے کر دیتے تھے۔ اس کا دل تشکر سے بھر آیا۔ آپریشن مزید تین گھنٹے جاری رہنا تھا اور ان تین گھنٹوں میں ہر ہر پل ایک قیامت تھا۔ اس بچی کی ماں نے ہسپتال کے نسبتاً تاریک اور خاموش گوشے میں مصلے بچھا لیا تھا اور اس کو دیکھ کر ریان کے دل میں ایک خیال نور کی طرح چمکا تھا۔

''جو کسی کو کہیں سے نہیں ملتا، وہ اسے اللہ کے در سے ملتا ہے، وہ غنی بادشاہ ہر من کی مراد پوری کرتا ہے، ہم ہی اس کے آگے جھولی دراز نہیں کرتے، ورنہ وہ تو اپنے بندوں کو بخشنے اور نوازنے کے لیے اپنے خزانے کھول دیتا ہے!'' اسے بہت پہلے کا اپنے موبائل پر موصول شدہ ایک میسج یاد آیا۔

اور وہ ریان جو عید کے علاوہ خال خال ہی مسجد جاتا تھا، اپنے رب کے حضور جھولی دراز کرنے، کچھ مانگنے کے لیے وضو کرنے چل دیا۔ وہ جان گیا تھا کہ اس دھوکے باز دنیا کی حقیقت کیا ہے محض ایک سانس کا رشتہ......

ایسا نہیں کہ نفس کا شیطان مر گیا
شیطان تو ہے زندہ مگر انسان مر گیا
مسجدوں میں سر جھکانے کی فرصت نہ رہی
ولیوں کی روح میں بسا وجدان مر گیا
مسجد تو پکی بن گئی اور شاندار بھی
کچی تھیں رب سے چاہتیں ایمان مر گیا
اے انسان حیرت ہے تیری قسمت پر کس طرح
پیدا ہوا تھا خوش نما، ویران مر گیا

☆

ریان وضو کرنے جا چکا تھا۔ معیز نے اس سے کچھ نہ پوچھا۔ اس کا دماغ کچھ اور سوچ رہا تھا۔ وہ دونوں لڑکے تھے اور ادھر دونوں خواتین، درمیان میں واسطہ ہونا ضروری تھا۔ ان خواتین سے ان کے گھر کے افراد کے بارے میں پوچھنے کی پوزیشن نہ تھی۔ آخر اس نے سوچ بچار کے بعد ایک فیصلہ کیا اور رات کے بارہ بجے آسیہ کو فون کر کے اسے مختصراً تفصیل سے آگاہ کیا اور پہلی فلائٹ سے لاہور بلوالیا۔ اتنی دیر میں ریان وضو کر کے آ گیا تھا۔ معیز نے اس کا ارادہ بھانپ لیا تھا۔ واقعی اللہ کی طرف رجوع کرنے کی ضرورت تھی۔ وہ بھی ریان کے ساتھ چل دیا۔ رات کے ساڑھے بارہ بجے تھے، نماز کے لیے مختص کمرے کے ٹھنڈے فرش پر ریان اپنے مالک کے حضور سر جھکائے ایک بالکل انجان بے قصور بچی کے لیے جھولی پھیلا چکا تھا۔ (جاری ہے)

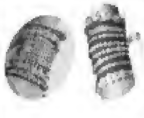
60 سالہ معیار اور اعتماد کا قدیم نام
سلیمان جیولرز اینڈ وری
(پرانے ریل بازار والے)
فیصل آباد
پروپرائٹرز
محمد ندیم
0321-7613481
محمد یوسف ندیم
0321-6603481
نوٹ: علماء حضرات کیلئے خصوصی رعایت
سونے پر زکوٰۃ کا حساب لگانے کیلئے اپنے سونے کا وزن مفت کروائیں
لہنگا، میکسی، فراک، انگرکھا، گوٹی شادی بیاہ اور پارٹی ویئر ورائٹی
نئی برانچ ہریانوالا چوک ڈی گراؤنڈ مال آف لائلپور پلازہ
E-mail: rao.nadeem@lcloud.com

بریکنگ نیوز

ساجدہ غلام محمد۔ مانچسٹر، برطانیہ

قصہ کچھ یوں ہے کہ محمد بابر حسین عرف ببو کی شادی خانہ آبادی بقرعید کے دس دن بعد طے پائی۔ چونکہ ان کو شادی کے لیے چھٹیاں درکار تھیں، اس لیے عید کی تین چھٹیاں گزارنے کے لیے انہیں راولپنڈی سے ملتان آنا مناسب نہ لگا۔ اماں نے بہتیرا بلایا کہ آجاؤ، ورنہ بکرے کی تازہ تازہ بھنی کلیجی ببو کے بنا میرے حلق سے نہ اترے گی لیکن ببو کی وہی ایک رٹ کہ......

''اتنا خرچ کر کے صرف بکرے کا گوشت کھانے، میں نہیں آنے کا۔ بنا شادی کے یہ خیر سے آخری عید ہے، اپنے دوست کے گھر ٹھہر جاؤں گا اور وہاں بکرے کی تازہ تازہ بھنی کلیجی کھالوں گا، شادی کے بعد کون سے دوست اور کہاں کے دوست، سب یاریاں چھوٹ جائیں گی زندگی کی ہمسفر کے آنے کے بعد۔''

بات مناسب تھی، سو اماں نے مان لی، تو جناب، گھر میں ایک عدد صحت مند، نکھرا نکھرا، بانکا سجیلا بکرا آ ہی گیا۔ بہنوں نے اس کا نام 'راجا' رکھا اور بھائیوں نے فون کر کر کے ببو میاں کو بکرے کے حسن و جمال، عادات، خصوصیات اور ترجیحات کے بارے میں اتنی باریک بینی سے بتایا کہ سمجھو، بغیر دیدار کے دیدار ہوگیا!

دس ذوالحجہ کی رات المعروف چاند رات آئی تو دو لوگوں نے اداسی کی چادر اوڑھ لی۔ ایک ببو میاں اور ایک ان کی اماں۔ ببو میاں کی اداسی ان کے دوست نے اسلام آباد کی فوڈ سٹریٹ لے جا کر کٹا کٹ اور چرغہ کھلا کر دور کر دی (انہی کے پیسوں سے) اماں بیچاری نے بیٹے کی موجودہ اور راجے کی ممکنہ جدائی کا سوچ کر آہیں بھر بھر کر رات بتادی۔

عید کا سورج طلوع ہوا اور راجے کی زندگی کا سورج غروب ہونے کے قریب۔ گھر بھر میں نمازِ عید کے لیے جانے سے پہلے وہی روایتی دھما چوکڑی مچی۔ عمران عرف آنی کے شلوار کا ازار بند نہیں مل رہا تھا تو عید کی نماز کے لیے تیار شیار فرمان عرف فامی کے دھلے دھلائے، کلف سے اکڑے کرتے کو راجے نے چکھنے کی بھرپور لیکن ناکام کوشش کر ڈالی تھی۔ اللہ اللہ کر کے اماں اور بہنوں نے مردوں کو گھر سے باہر دھکیلا اور سکھ کا سانس لے کر گھر کا جائزہ لیا تو سکھ کا سانس حلق میں ہی اٹک گیا۔ ہر چیز موجود تھی، بس اپنی جگہ پر نہیں تھی!

''چلو اب تم دونوں بھی غسل کر کے کپڑے بدل لو، میں تب تک کچن دیکھ لوں۔'' گھر سٹ گیا تو اماں نے کہا۔

''اماں بھی عید کے عید ہی اس لاڈ پیار کا اظہار کرتی ہیں، ورنہ تو ہر وقت بناؤ سنگھار کے طعنے دیتی رہتی ہیں۔'' صوفیہ نے تولیہ اٹھاتے ہوئے شرارت سے کہا۔

''آہستہ بولو، ایسا نہ ہو کہ عید کے عید اس اظہار کے موقع سے بھی جاؤ۔'' عمیرہ کا موڈ بھی خوشگوار تھا۔ دونوں بہنیں نہانے گھس گئیں اور اماں کچن میں۔

''آہ......'' اچانک ہی اماں کو ببو کی یاد ستائی تھی۔ ''کتنا پیارا لگ رہا ہوگا میرا شہزادہ عید کے لباس میں۔ نجانے اس کا سوٹ کس نے استری کیا ہوگا، اور قربانی کا گوشت ......کتنا شوق سے کھاتا ہے میرا ببو۔'' پیاز کاٹتی اماں کی آنکھوں میں کچھ پیازوں کی وجہ سے اور کچھ ببو سے دوری کی وجہ سے نمی اتر رہی تھی۔

''اماں جی! پلیز صابن دے دیں، ان لڑکوں نے تو لگتا ہے صابن سے نہایا نہیں، پیٹ بھرا ہے۔'' ببو میاں کی یادوں میں عمیرہ کی دہائی نے مداخلت کی تھی۔ اماں نے اسے صابن پکڑایا اور خود دوبارہ کچن میں گھس گئیں۔ گھر بھر میں سناٹا چھایا ہوا تھا۔

''اور ابھی تھوڑی دیر پہلے کیسا شور شرابا تھا۔'' سوچ کر اماں کے لبوں پہ مسکراہٹ دوڑ گئی۔ ''ٹی وی ہی چلالوں، خاموشی سے تو دل گھبرا رہا ہے۔'' کچن کے ساتھ والے کمرے میں ہی ٹی وی رکھا تھا۔ اماں نے جا کر ایک مشہور نیوز چینل لگایا اور خود ایک بار پھر کچن میں آگئیں۔ ٹی وی پہ مختلف کمپنیوں کی طرف سے عید مبارک کے اشتہار آ رہے تھے۔

''ابھی تو کلیجی کے لیے مصالحہ بنالوں، پھر کھڑے مصالحے کا سالن عمیرہ بنالے گی، اور روٹیاں صوفیہ۔ بریانی بھی صوفیہ کے حوالے ہی کروں گی، عمیرہ تو سارے چاولوں کا ستیاناس کر دیتی ہے۔'' اماں کام میں مصروف مینو ترتیب دے رہی تھیں کہ اچانک ٹی وی پہ بریکنگ نیوز کی مخصوص ٹون چلنے لگی۔ اماں کے کان فوراً کھڑے ہوگئے۔

''یا اللہ خیر۔'' نمک کا ڈبہ پکڑے پکڑے اماں ٹی وی کے سامنے جا کھڑی ہوئیں۔

''ہم آپ کو ایک عدد بریکنگ نیوز دے رہے ہیں، ہمیں ابھی ابھی اطلاع موصول ہوئی ہے کہ راولپنڈی کے علاقے سیٹلائٹ ٹاؤن میں اب سے کچھ دیر پہلے......'' اور اس کے ساتھ ہی لائٹ چلی گئی۔

''ہائے۔'' اماں کے ہاتھ سے ڈبہ گر گیا۔ سیٹلائٹ ٹاؤن وہی علاقہ تھا جہاں ببو رہائش پذیر تھا۔

''ہائے میرا ببو!......اے عمیرہ، صوفیہ، جلدی آؤ، ببو کو فون ملاؤ۔ میرا دل ہول رہا ہے۔ ارے اب نکل بھی آؤ!''

''کیا ہوا اماں؟'' صوفیہ جلدی جلدی تولیہ سر پہ لپیٹتے ہوئے غسل خانے سے نکلی۔

''وہ......وہ......ٹی وی پہ بریکنگ نیوز آ رہی تھی......کچھ ہوگیا ہے......پنڈی کے سیٹلائٹ ٹاؤن میں کچھ ہوگیا ہے، میرے ببو کو فون ملاؤ، اللہ میرا ببو ٹھیک ہو۔'' اسی وقت عمیرہ بھی آگئی۔

''کیا ہوا؟''

''ٹی وی پہ بریکنگ نیوز آ رہی تھی کہ سیٹلائٹ ٹاؤن میں کچھ ہوا ہے۔''

''کچھ پتا نہیں چلا کہ کیا ہوا ہے؟'' عمیرہ بھی پریشان ہوئی۔

''وہ کلموہی ابھی بتا رہی تھی کہ لائٹ چلی گئی......ارے بھاگ کے جنریٹر چلاؤ کوئی۔'' اماں کو اچانک جنریٹر کا خیال آیا۔ اتنے میں صوفیہ موبائل اٹھا لائی۔

''اوہو، موبائل کی تو سروس ہی شام سات بجے تک بند ہے۔'' صوفیہ نے جھنجھلا کر موبائل پٹخا۔

''اب کیا ہوگا؟ ہائے میرا ببو......!''

اسی وقت عمیرہ منہ لٹکائے واپس آئی۔ ''جنریٹر میں پیٹرول ہی نہیں ہے۔ فامی نے اپنی موٹر سائیکل میں ڈال لیا تھا۔''

پریشانی اس قدر بڑھ گئی کہ اماں نے ہاتھ پاؤں ہی چھوڑ دیے۔ صوفیہ نے سہارا دے کر صوفے پہ بٹھایا اور عمیرہ نے پانی کا گلاس ہاتھ میں پکڑایا۔

''ارے گھر کے نمبر سے فون ملا کر دیکھو ببو کو۔''

''اماں! موبائل سروس پورے ملک میں بند ہے۔'' عمیرہ نے بیچارگی سے کہا۔

''کچھ تو کرو ناں، نجانے میرا بیٹا کس حال میں ہے؟'' اماں بے بسی کے مارے رونا ہی شروع ہوگئیں۔ اسی وقت مرد حضرات عید کی نماز پڑھ کر آگئے۔ صوفیہ نے دروازہ کھولا۔

''عید مبارک!!'' ابو اور دونوں بھائیوں نے زور سے کہا اور صوفیہ نے بھی رونا شروع کر دیا۔

''ارے ارے کیا ہوا؟'' ظاہر ہے، وہ تینوں بھی گھبرا گئے۔

''ابو......وہ پنڈی میں ناں، دھماکا ہوا ہے، وہیں جہاں ببو بھائی رہتے ہیں۔''

''کیا؟؟ تمہیں کیسے پتا چلا؟''

''وہ......اماں نے سنا ہے، ٹی وی پہ بریکنگ نیوز آ رہی تھی کہ لائٹ چلی گئی۔''

''اوہ......''

''موبائل پہ بھی رابطہ نہیں ہو پا رہا، سروس جو بند ہے۔'' عمیرہ امی کے پاس ہی بیٹھی تھی جو زار و قطار رو رہی تھیں۔

''ارے اپنی ماں کو تو چپ کراؤ، بھئی فامی، جنریٹر آن کرو جا کر۔'' ابو نے کہا تھا۔

''میں گئی تھی اسے چلانے لیکن اس میں پیٹرول نہیں ہے۔'' عمیرہ نے بتایا۔

''میں حیدر کے گھر جا کے دیکھتا ہوں، شاید ان کا جنریٹر کام کر رہا ہو۔'' آنی فوراً ہمسایوں کے گھر دوڑا۔ ابو بھی پریشان تھے۔

''میں بھی بھائی کے سب دوستوں کو فون کر کے پتا کرتا ہوں۔''

''تم نے صحیح سنا تھا ناں کہ سیٹلائٹ ٹاؤن میں دھماکا ہوا ہے؟'' ابو اب امی سے مخاطب تھے۔

''ہاں میں کچن میں کام کر رہی تھی کہ ٹی وی پہ بریکنگ نیوز آنا شروع ہو گئی کہ سیٹلائٹ ٹاؤن میں۔'' اس سے آگے اماں سے بولا ہی نہیں گیا۔ ان کی ہچکیاں بندھ گئی تھیں۔ صوفیہ بھاگ کر پانی لے آئی۔ اسی وقت آنی واپس آ گیا۔

''ان کا تو جنریٹر ہی خراب ہے۔ اور ہاشمی صاحب کے گھر تالہ لگا ہے۔''

''اللہ سب خیر ہو۔'' ابو نے دل میں دل سے دعا مانگی تھی۔ ہبو ان کا سب سے لاڈلا اور بڑا بیٹا تھا۔

''میں نے بھائی کے دوستوں کو کال ملانے کی کوشش کی ہے لیکن وہی موبائل سروس بند ہونے کا مسئلہ۔'' فامی کا منہ لٹکا ہوا تھا۔

''سالک بھائی کو فون ملاؤ ناں، ان کے گھر کا نمبر تو ہے تمہارے پاس۔ اور وہ رہتے بھی پنڈی میں ہیں۔'' آنی کو بروقت اپنے تایا زاد یاد آئے تھے۔ اماں کے رونے کی وجہ سے فامی فون دوسرے کمرے میں لے گیا۔ کچھ ہی دیر بعد واپسی ہوئی۔

''ان کے گھر تو تین گھنٹوں سے لائٹ نہیں ہے، لیکن وہ کہہ رہے ہیں کہ پنڈی میں کچھ نہیں ہوا۔ اگر کوئی دھماکا وغیرہ ہوا ہوتا تو انہیں ضرور پتا چلتا۔''

''نہیں نہیں، اسے کیسے پتا چلے گا، میں نے خود اپنے کانوں سے سنا ہے کہ سیٹلائٹ ٹاؤن میں کچھ ہوا ہے۔'' اماں نے رونے کے درمیان کہا۔

''یعنی کہ 'کچھ' ہوا ہے؟ یعنی تمہیں خود بھی کنفرم نہیں ہے کہ کیا ہوا ہے؟'' ابو کے لہجے میں تعجب اور ہلکا ہلکا غصہ تھا۔

''نہیں، لیکن مجھے پتا ہے کہ دھماکا ہی ہوا ہے، ٹی وی پہ بریکنگ نیوز......'' اماں کا جملہ درمیان میں ہی رہ گیا۔ گھر کے فون کی گھنٹی بجی تھی۔ فامی نے لپک کے فون اٹھایا۔

''السلام علیکم؟'' سلام کا انداز خالص سوالیہ تھا!

''وعلیکم السلام جناب، عید مبارکاں!'' دوسری طرف چہکتی ہوئی آواز صرف ہبو ہی کی تھی!

''ہبو بھائی!'' فامی نے نعرہ بلند کیا تھا، سب ہی فوراً اس کی طرف بڑھے۔

''اوہو لگتا ہے میرے بغیر زیادہ ہی اداس ہو جو اتنی خوشی کا اظہار کر رہے ہو۔'' ہبو میاں کو فامی کی اس درجہ بے تابی اور خوشی کی وجہ سمجھ میں نہ آئی۔

''لاؤ مجھے دو فون۔'' اماں نے جلدی سے فون لیا۔

''ہبو، میرے ہبو، تو ٹھیک تو ہے ناں؟ میرے چاند!'' ساتھ ہی خوشی کے مارے اماں کا رونا دوبارہ شروع ہو گیا۔ اب ابو نے ان سے فون پکڑا۔

''ہاں بیٹا، ٹھیک ہو؟''

''جی ابو، لیکن اماں کو کیا ہوا؟ وہ میری آواز سنتے ہی رونا کیوں شروع ہو گئیں؟'' ہبو کی حیرت بجا تھی۔ ابو نے ساری صورتحال سے آگاہ کیا۔

''اوہ......'' ہبو میاں ہنسنا شروع ہو گئے۔ ''یہ میڈیا والے بھی ناں، کوئی خبر ہوتی نہیں ہے، اور یہ ریٹنگ کے چکر میں 'سب سے پہلے ہم، سب سے پہلے ہم' کا نعرہ لگاتے بریکنگ نیوز دینا شروع کر دیتے ہیں۔ ابو جی، اللہ کا شکر ہے کوئی دھماکا وغیرہ نہیں ہوا۔ وہ تو ہم عید کی نماز پڑھ کر واپس آ رہے تھے کہ راستے میں کسی کا بیل رسی تڑوا کر بھاگنا شروع ہو گیا۔ اس سے لوگوں میں تھوڑی افراتفری مچ گئی، اور بس۔ یہ تھی بریکنگ نیوز!''

اصل حقیقت سن کر ابو بھی ہنسنا شروع ہو گئے، سب گھر والے ہونق بنے ان کا مسکراتا چہرہ دیکھ رہے تھے۔ اسی وقت لائٹ آ گئی اور ٹی وی خود ہی چل پڑا۔

''لو، خود ہی دیکھ لو اپنی بریکنگ نیوز......!'' ابو نے فون بند کرتے ہوئے اماں کو کہا اور خود مسکراتے ہوئے قصائی کا انتظام کرنے چل دیے۔ ٹی وی پہ اب 'اس گھر سے بھاگے ہوئے بیل' کا دیدار کرایا جا رہا تھا۔

''حد ہو گئی یعنی کہ!'' اماں نے جل کر کہا اور خود شکرانے کے نفل پڑھنے چلی گئیں۔ اور وہ عید نہ صرف راجے بلکہ ٹی وی کی بھی اس گھر میں آخری عید ثابت ہوئی!

ایسا بھی ہوتا ہے!

الحمدللہ اس سال عیدالفطر پورے پاکستان میں ایک ساتھ منائی گئی۔ ورنہ ہر سال ہی رویت ہلال کمیٹی کو چاند نظر آئے نہ آئے مگر کچھ علاقوں میں بہ آسانی نظر آ جاتا تھا اور وہ ایک دن پہلے ہی عید منا رہے ہوتے تھے۔ ہمارے ساتھ بقر عید میں کچھ ایسا ہوا کہ ہم نے گائے میں حصے ڈالے، جن کے گھر میں گائے بندھی ہوئی تھی، انہوں نے اپنے گھر کے پچھلے حصے میں گائے باندھی، سلاخوں کی باڑ بنی ہوئی تھی اور گائے کے گلے میں رسی تھی اور گیلری کے بعد گراؤنڈ تھا۔ وہ لوگوں کی گزرگاہ تھی۔ اتفاق کی بات یہ ہوئی کہ بقر عید سے ایک دن پہلے صبح کے وقت گھر والے اپنے اپنے کاموں میں مصروف تھے، سردیوں کے دن تھے، گراؤنڈ میں کوئی صاحب اپنی گائے کو لے کر گزرے، ہماری گائے صاحبہ اسے دیکھ کر حرکت میں آئی، زور سے جو اچھلی تو دو پاؤں جنگلے کے اوپر سے گزار دیے اور جنگلے کی موٹی سلاخ پیٹ میں سے پار ہو گئی۔ اب گائے بے چاری نہ آگے جا سکتی تھی نہ پیچھے اور بری طرح تڑپنے لگی۔ میدان میں سے مونگ پھلی والا گزر رہا تھا اس نے جو دیکھا تو گھر کے باہر سے شور مچایا تو گھر والے فوراً آ گئے۔ اب تو کوئی چارہ نہ تھا کیوں کہ گائے تو تکے کی طرح پروئی گئی تھی اور نکالنا بھی مشکل تھا۔ اسی مونگ پھلی والے نے کہیں سے چھرا مہیا کیا اور اسی وقت گائے کی گردن قبلہ رخ کر کے ذبح کر دی اور اس میں سے کاٹ کاٹ کر گوشت نکالا۔ لوگ بھی کافی جمع ہو گئے تھے۔ مولانا صاحب جیسے جیسے بتاتے گئے ان لوگوں نے اسی طرح کیا۔ اب جن جن کے حصے تھے سب کے حصے بنے، غریب کا حصہ نکال کر گھروں میں بانٹنا شروع کیا۔ اب جنہیں نہیں معلوم تھا وہ لوگ حیران ہو جاتے۔ تم لوگوں نے آج ہی بقر عید کر لی۔ ارے دیکھو تو ان لوگوں نے تو آج ہی قربانی کر لی۔ سب کو بتا بتا کر تھک گئے کہ کیا ماجرا ہوا، دور دور کے لوگوں کو گوشت پہنچا تو وہ بھی پریشان کہ لو بھئی انہوں نے تو پشاور والوں کی طرح ایک دن پہلے ہی عید قرباں منا لی۔ اصل میں وجہ یہ تھی کہ جانور قربانی کی غرض سے آیا مگر دوسرے دن قربانی تھی۔ مفتی صاحب سے معلوم کر چکے تھے کہ اللہ تو کریم ہیں وہ آج بھی قبول کر لیں گے مگر ایک اور جانور لانا پڑے گا جس کی قربانی کل کی جائے گی، چناں چہ ایسا ہی کیا اور عید کے دن بھی گائے ذبح کی گئی۔ کیوں کہ اس میں بھی ہم لوگوں کا امتحان تھا کہ ہم اسی پر اکتفا نہ کر لیں۔ یہ کئی سال پہلے کی بات ہے مگر ہر سال یاد تازہ ہو جاتی ہے۔ اللہ سب کی قربانی قبول فرمائے، آمین۔

اہلیہ سید ساجد حسین

ایک ہفتہ With بکرا

شگفتہ کنول بنت شیر محمد ۔ علی پور

''ابو جی! ہر بار آپ بکرا عید سے صرف......''

''ارے کتنی بار بتایا ہے کہ بکرا عید نہیں بقر عید ہوتی ہے۔''

ابو جی نے فوراً ہمیں ٹوک دیا۔

''اچھا ابو جی ہر بار آپ بقر عید سے صرف ایک دن پہلے بقرے لے کر آتے ہیں اس بار......''

''افوہ! بیٹا بقر گائے کو کہتے ہیں، بکرا کہو بکرا!''

''بقر گائے کو بولتے ہیں؟'' ہم حیرت سے اچھل پڑے۔

''ہاں گائے کو بولتے نہیں کہتے ہیں، اب کہو کیا کہنا ہے؟'' ابو نے ایک بار پھر تصحیح کی۔

''اچھا پھر بھائی (ابو بکر) کے نام کا معنی ابو گائے ہی ہوا ناں؟'' ہم نے دل ہی دل میں اپنی ذہانت کو داد دی اور ستائش طلب نگاہوں سے ابو جی کی طرف دیکھا......تو......وہ سر پکڑے بیٹھے تھے، شاید ہماری ذہانت پر دنگ رہ گئے تھے۔

''بے وقوف لڑکی! وہ ابو بکر ہے ابو بقر نہیں......'' ابو جان نے 'ق' کو واضح کرتے ہوئے کہا تو ہم سوچوں میں ڈوب گئے۔

''اب بولو بھی کیا کہہ رہی تھی؟''

''وہ......وہ ابو جی ہم یہ کہہ رہے تھے کہ اس بار قربانی کے لیے آپ ہمیشہ کی طرح عید سے صرف دو یا ایک دن پہلے بکرا نہ لائیے گا بلکہ زیادہ دن پہلے لائیے گا، ہمیں بکرا پیارا لگتا ہے ناں تو کچھ دن اس کے ساتھ کھیل لیں گے اور......اور''

''ہاں ہاں! آجائے گا بکرا، مگر مختصر بات کرنا سیکھو بیٹا۔'' ابو جان ہمیشہ ہماری تقریر نما گفتگو سے بیزار ہو جاتے تھے۔

تقریباً تین دن بعد جب کہ عید میں ایک ہفتہ باقی تھا، اور ہم گاؤ تکیے سے ٹکے ٹارزن کے کارناموں میں کھوئے ہوئے تھے کہ اچانک دروازے پر دستک ہوئی۔ ہم نے لپک کر دروازہ کھولا تو باہر سے ایک موٹے تازے بکرے کو اندر دھکیل دیا گیا (ابو جان نے بھجوایا تھا)۔ ہم دروازہ بند کر کے بکرے کی طرف متوجہ ہوئے۔

''ہائے سو کیوٹ!'' ہم بکرے کی خوب صورتی سے متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکے۔

''بکرا آ گیا!'' ہمارے نعرے پر سب کمروں سے نکل آئے۔

ہم بکرے سے دوستی کا آغاز کرنے کے لیے آگے بڑھے مگر......آہ ہائے! اف یہ کیا! زمین گھوم رہی تھی یا آسمان؟؟ سمجھ نہ آیا، البتہ اتنی سمجھ ضرور آ گئی کہ بکرے کے سینگ بہت طاقت ور ہیں۔ امی جان تیزی سے ہمارے پاس آئیں۔ ہم کراہتے ہوئے زمین سے اٹھ کھڑے ہوئے۔

''ابھی نیا نیا ہے ناں، مانوس ہو جائے گا۔'' ہم شرمندگی سے بولے، اُدھر بکرے میاں ہمیں یکسر نظر انداز کرتے ہوئے شانِ بے نیازی سے چلتے ہوئے پورے گھر کا راؤنڈ کرنے چل پڑے اور پیچھے پیچھے اپنے آثارِ قدم (مینگنیاں) بھی لائن میں چھوڑتے گئے، تاکہ پیچھا کرنے میں دشواری نہ ہو۔

''سمیہ! جلدی سے دروازے بند کرو۔'' امی نے بہن کو کہا مگر اب تک بکرے میاں درمیان والے کمرے میں تشریف لے جا چکے تھے۔ ہم تیزی سے پیچھے لپکے، مگر یہ کیا، ہائے اتنا بدتمیز بکرا۔ اس نے کارپٹ پر سُو سُو کر دیا تھا۔

ہم تیزی سے بکرے کے قریب پہنچ گئے اور اس کی رسی سے لپٹ گئے۔ ''نکلو باہر جلدی سے۔'' ہم چیختے رہے مگر بکرے صاحب ہمیں نظر انداز کرتے ہوئے دوسرے کونے میں رکھی ٹیبل جس پر ہماری عزیز از جان کتابیں دھری تھیں، تک جا پہنچے۔ امی جان اور بہن یہ خوف ناک منظر دیکھ کر مسلسل ہمیں رسی چھوڑ دینے کو کہہ رہی تھیں مگر ہم! آہ! کیسے بتاتے کہ ہم نے رسی پکڑی ہوئی نہیں بلکہ رسی ہمارے ہاتھوں کو لپٹی ہوئی ہے۔ اچانک ایک زور دار چیخ ہمارے منہ سے نکلی، کیوں کہ ہمارے پسندیدہ ناول کا ایک ورق بکرے کے منہ میں جا رہا تھا......اور یہی وہ موقع تھا جب ہمارے آنسو نکل پڑے......امی جان جلدی سے ہمارے پاس آئیں اور رسی سے ہمارے ہاتھوں کو چھڑا لیا اور کمرے سے باہر لے آئیں۔

''میری کتابیں! ہائے میری کہانیوں کی کتابیں......'' ہم زار و زار روتے ہوئے بکرے کے دوبارہ قریب جانے کی کوشش کرنے لگے اور بکرا! اف اتنا ظالم، اندر کمرے سے ورق پر ورق چیرنے کی آواز آتی رہی......ہمارے تو جیسے دل پر تیر چل رہے ہوں، ہم چیخ چیخ کر رو رہے تھے، عجیب دہشت کا عالم تھا، اسی وقت ابو جی گھر میں آ گئے۔ صورت حال دیکھ کر انہوں نے جلدی سے کچھ گھاس توڑی اور بکرے کے پاس آ کر گھاس آگے کی، پھر اس کی کمر پر ہاتھ پھیرتے ہوئے باہر لے آئے اور پھر اسے برآمدے کے پلر کے ساتھ باندھ دیا۔

''اب اس کو یہیں پر رکھیں گے کیا؟'' امی جان متوقع گندگی سے گھبرا کر بولیں۔

''ہاں تو بیڈ روم میں رکھیں کیا؟'' ابو جان نے الٹا سوال کر ڈالا۔

''کمال کرتے ہیں، پورا ایک ہفتہ اس کو......''

''چھوڑو! اس کو چھت پر رکھتے ہیں۔'' ابو جان نے آئیڈیا دیا۔

''ہائیں......چھت پر؟'' ہم بل کھاتی ہوئی سیڑھیوں کی طرف دیکھتے ہوئے اچھل پڑے۔

''ہاں جی! آؤ چڑھاتے ہیں چھت پر۔'' ابو جان نے پلر کے ساتھ بندھا بکرے کا رسا کھول لیا اور گھاس دکھاتے ہوئے سیڑھیوں کی طرف لے آئے۔ ہم چوں کہ آگے آگے تھے سو، ابو جان نے ہمیں مخاطب کیا۔ ''شگفتہ! تم ایسا کرو یہ گھاس اور رسی ہاتھ میں پکڑ کر آہستہ آہستہ اوپر چڑھتی جاؤ، میں پیچھے ہوں دھکے کی ضرورت ہوئی تو دھکا لگاؤں گا۔''

ابو جان نے کہا تو ہم نے فوراً آستینیں چڑھا لیں اور زینہ بہ زینہ اوپر چڑھنے لگے۔ بکرے میاں شاید بہت بھوکے تھے۔ گھاس کے لالچ میں اوپر آتے گئے۔ برابر گھاس نوچ رہے تھے اور ہمیں ایسا لگ رہا تھا کہ گھاس ختم ہوئی تو ہمارا ہاتھ......''اوئے بے وقوف! ساری محنت اکارت کر دی۔''

ابوجان کی غصہ بھری آواز پر ہم ہوش میں آئے۔ ہم تو صرف سوچ رہے تھے کہ...... کہ جب گھاس ختم ہوگی اور اگر بکرے میاں ہمارا ہاتھ کھانے لگے تو ہم فوراً رسی چھوڑ دیں گے اور ہر صورت اپنے ہاتھ کا دفاع کریں گے مگر یہ کیا، ہم نے تو سوچتے سوچتے ہی رسی چھوڑ دی شیخ چلی کی طرح اور بکرے صاحب! اف اتنے پھرتیلے کہ سیڑھیوں سے چھلانگ لگا کر گیلری میں جا پڑے، اور ہم وہیں ہاتھوں پر گھاس ملتے رہ گئے۔

''نیچے آؤ میں باہر سے کسی کو بلا کر آتا ہوں۔'' ابوجی نے تیز آواز میں کہا اور باہر چلے گئے ہم سب اندر آ گئے۔ صرف دس منٹ بعد نوید ملی کہ بکرے میاں خیر و عافیت سے اوپر شفٹ ہو چکے ہیں۔

''میں نے بالکونی کے دروازے کو تالا لگا دیا ہے، اوپر کوئی نہ جائے۔'' ابوجان نے حکم سنایا تو ہم منمناتی ہوئی آواز میں بولے۔ ''ابوجی! وہ اس کو گھاس......''

''میں نے کافی سارا ڈال دیا ہے، پانی بھی رکھ دیا ہے، عصر کے وقت دوبارہ دیکھیں گے۔'' کہتے ہوئے ابوجان اپنے کمرے میں چلے گئے۔ شام کو ہم صحن میں بیٹھے تھے کہ اچانک جو اوپر نظر پڑی تو اوسان خطا ہو گئے۔ بکرے میاں سکون سے اگلے دونوں بازو ٹیرس پر جمائے باہر گراؤنڈ میں ہو رہے میچ کا نظارہ کرنے میں مگن تھے۔ ہم بھاگے بھاگے ابوجی کے پاس آئے۔ ''ابوجی! وہ......وہ......''

''کیا وہ، وہ لگا رکھی ہے؟''

''وہ بکرا ابوجی!'' ہمارے منہ سے اتنا ہی نکل سکا۔ ابوجان ہمارے حواس باختہ انداز سے سمجھ گئے تھے کہ کوئی سیریس بات ہے، فوراً اوپر گئے اور شکر ہے کہ بروقت پہنچ گئے، ورنہ تو شاید تاخیر کی صورت میں بکرے میاں شاید میچ میں شامل ہونے کے لیے باہر چھلانگ لگانے سے بھی گریز نہ کرتے۔ ابوجی نے بکرے کی جگہ تبدیل کی اور دوسری جگہ مضبوطی سے باندھ دیا۔

اب ہوتا یہ کہ ہم جب بھی خود کھانا کھانے لگتے، تو چاہے جتنی بھوک ہوتی، پہلے جا کر بکرے کو گھاس اور پانی دے آتے لیکن ابھی پہلے والے زخم تازہ تھے، اس لیے پیار کرنے یا کھیلنے کا ابھی حوصلہ نہ ہوا۔

عید سے ایک دن قبل ہم نے سوچا کہ اتنے دن گھاس پانی سے بکرے میاں کی تواضع کرتے رہے ہیں، اب یہ ہمیں کچھ بھی نہیں کہیں گے۔ سو ہم نے اس شام کو جب گھاس ڈالی تو قدرے قریب ہو کر بکرے صاحب کی کمر پر ہاتھ پھیرنے لگے، مگر ہائے بے درد احسان فراموش نے زوردار جست رسید کی تھی، ضرب شدید تھی، ضرب نہیں بلکہ ضُرِبَ (مارے گئے) نہیں نہیں ! بلکہ ضَرَبَ، فعل مجہول کی ساری گردان اس کاری ضرب میں آ گئی تھی۔ یہ کاری ضرب پچھلی تمام ضربوں پر بھاری تھی۔ ہم کافی دیر اٹھ ہی نہ سکے۔ امی جان کو ہمارے نیچے نہ لوٹنے پر تشویش ہوئی تو وہ اوپر آئیں۔ ہم بے سدھ زمین پر پڑے تھے اور وہ ستم گر ڈھٹائی سے گھاس کھانے میں مشغول۔ ہمیں بمشکل نیچے لایا گیا اور آخر کار عید سعید کا دن بھی آن پہنچا۔ بکرے کو اب ذبح کرنا تھا۔ ابوجان نے کہا۔

''اب اس کا رزق ختم ہو گیا ہے۔''

''ہاں زیادہ زیادہ کھاتا تھا، اس لیے رزق ختم ہو گیا، تھوڑا کھاتا ہوتا تو کچھ دن اور......'' ہنسنے کی آواز پر ہم نے پلٹ کر دیکھا تو سب ہنس رہے تھے۔

بکرے نے ہم پر اتنے ظلم کیے تھے لیکن ہم اتنے نرم دل کہ جب ہم نے اس کا خون بہتا ہوا دیکھا تو ہم رو پڑے۔ ابوجان نے تسلی دی اور قربانی کے فضائل بتائے تو دل کو کچھ قرار آیا۔

گوشت بنایا گیا، تقسیم کیا گیا، پکایا گیا اور جب دسترخوان پر لا کر کھایا جانے لگا تو اچانک ہمیں بکرے کا خیال آیا کیوں کہ پچھلے چھ سات دن ہم کھانا کھانے سے پہلے اسے کھانا کھلاتے تھے ناں، اب خیال آتے ہی ہم فوراً بے چین ہو گئے۔ ''میں بکرے کو گھاس ڈال آؤں۔''

کہتے ہوئے ہم تیزی سے سیڑھیوں کی طرف آئے مگر اگلے لمحے گیلری میں رکھی کھال کو دیکھ کر اپنا سا منہ لے کر واپس آ گئے۔ دیکھا تو سب کھلکھلا کر ہنس رہے تھے۔

رَبِّ هَبْ لِی مِنَ الصّٰلِحِیْنَ (القرآن)
ترجمہ: اے میرے رب مجھے صالح اولاد عطا فرما۔ (آمین)
کتابوں میں آتا ہے کہ حضرت ابراہیمؑ کی عمر 100 سال کے لگ بھگ تھی اور اماں ہاجرہؓ کی عمر 90 برس تھی تو ابراہیمؑ اس وظیفہ کو کیا کرتے تھے اللہ رب العزت نے اس وظیفہ کی بدولت حضرت اسماعیلؑ کو پیدا کیا۔
خوشخبری
بے اولاد میاں بیوی کی مایوسی ختم
پھولوں کے بغیر باغ، بچوں کے بغیر گھر ویران نظر آتا ہے
کیا آپ اولاد کی نعمت سے محروم ہیں؟
دوائی بذریعہ TCS پورے ملک میں فری ڈلیوری
مطب پر مکمل رپورٹس کے ساتھ تشریف لائیں
24 گھنٹے ہیلپ لائن
آگاہی، مشورہ، تشخیص و معلومات کیلئے
0300-5790946
بچہ پیدا ہونے میں رکاوٹ ڈالنے والی تمام بیماریوں کا خاتمہ
آنے سے پہلے فون پر ٹائم ضرور لیں
اوقات
صبح 10:30 بجے تا شام 7:30 بجے تک
چھٹی بروز جمعہ
حافظ دواخانہ
مرکز بانجھ پن متصل گورنمنٹ سٹی ٹرمینل اڈا یتیم خانہ چوک لاہور
0300-5790946-0324-4323812

نمازِ عید

ناہید جعفر۔ راولپنڈی

عیدِ قرباں کی روشن اور چمکیلی صبح طلوع ہو چکی تھی۔ رملہ نے جلدی جلدی سارا گھر صاف کر کے شیر خرما چڑھایا اور اپنے میاں اور بچوں کو عید کی نماز کے لیے تیار کروانے لگی۔ سب تیار ہو گئے تو وہ انہیں دروازے تک چھوڑنے آئی۔ دروازہ بند کر کے اس نے جلدی سے نہا کر نئے کپڑے پہنے۔ اتنے میں ڈور بیل بج اٹھی۔

''ارے شاید قصائی آ گیا۔'' اس نے دروازے کی جھری سے دیکھا تو اس کی نئی پڑوسن فوزیہ اپنی دونوں بیٹیوں کے ساتھ کھڑی تھی۔ اس نے دروازہ کھول دیا۔

''السلام علیکم! رملہ ہم لوگ عید کی نماز پڑھنے جا رہے ہیں، سوچا تم سے بھی پوچھتی چلوں، چلوگی ہمارے ساتھ؟''

عید کی نماز پڑھنے اور وہ بھی اس حلیے میں...... اس نے حیرت سے تینوں کا سر سے پیر تک جائزہ لیا۔ فوزیہ نے عید کا خوب صورت جوڑا، میچنگ جیولری کے ساتھ پہنا ہوا تھا۔ نفاست سے کیا گیا میک اپ، ڈھیر ساری چوڑیاں، پرفیوم کی بھینی بھینی مہک، سارے لوازمات پورے تھے۔ ہاں اتنا ضرور تھا کہ اوپر سے ایک چھوٹی سی چادر اوڑھ کر رکھی تھی جو کچھ بھی چھپانے سے قاصر تھی اور اس کی دونوں بیٹیاں جن کی عمریں چودہ اور پندرہ سال تھیں، ہاف سلیوز کے بڑے اسٹائلش سوٹ پہنے شیفون کے دوپٹے کندھوں پر ڈالے بال کھولے کھڑی تھیں۔

رملہ مارے دکھ کے گنگ سی کھڑی رہ گئی۔ اس نے ہلکی سی گردن نفی میں ہلائی تو فوزیہ عجلت میں آگے چل دی اور رملہ صدمے سے انہیں جاتا دیکھتی رہی۔ ان کے پرفیوم کی مہک اور چوڑیوں کی کھنکھناہٹ ہر ایک کو اُن کی طرف متوجہ کر رہی تھی۔

''اف خدایا! اس امت کی عورتوں کو کیا ہو گیا ہے؟ پردے کے سارے احکامات کو پیروں تلے روندتے ہوئے وہ کام کرنے جا رہی ہیں جس کا حکم اللہ نے انہیں دیا ہی نہیں اور وہ بھی اس قدر کھنکھناتی، چھنچھناتی...... اب انہیں کیسے بتایا جائے کہ اس طرح شعلۂ جوالہ بن کر یہ کتنے نمازیوں کی نماز خراب کریں گی...... لیکن میں فوزیہ کو ایک بار سمجھاؤں گی ضرور، کیوں کہ برائی کو دیکھ کر حسبِ استطاعت اس کو روکنے کا حکم ہے۔'' رملہ نے عزم سے سوچا۔

پھر عید کے تین دن تو بے حد مصروف گزرے۔ چوتھے دن ذرا فرصت ہوئی تو رملہ نے چپلی کباب اور املی کی چٹنی پلیٹوں میں سجائی اور فوزیہ کے گھر جا پہنچی۔

فوزیہ نے اس کا پرتپاک استقبال کیا۔ کچھ دیر اِدھر اُدھر کی باتوں کے بعد رملہ نے سوال کیا: ''تم عید کی نماز پڑھنے کیوں جاتی ہو؟''

فوزیہ بولی۔ ''اس لیے کہ میں نے سنا ہے، آپ ﷺ نے فرمایا تھا کہ عید کی نماز پڑھنے اپنی عورتوں اور نوزائیدہ بچوں کو بھی لے کر آیا کرو، تاکہ غیر مسلموں پر تمہاری کثرتِ تعداد کا رعب پڑے۔''

رملہ اثبات میں سر ہلا کر بولی۔ ''ہاں مگر تم نے آدھی بات سنی اور باقی آدھی تمہیں کسی نے بتائی نہیں، اگر برا نہ مانو تو میں تمہیں تفصیل سے بتاؤں؟''

فوزیہ خوش دلی سے بولی۔ ''لو نیکی اور پوچھ پوچھ، ضرور بتاؤ۔''

رملہ نے کہنا شروع کیا۔ ''فوزیہ! کتابوں میں لکھا ہے آپ ﷺ نے اپنے زمانے کی خیر اور صحابیات کے تقوے کو دیکھتے ہوئے عورتوں کو گھروں میں نماز پڑھنے کی ترغیب دے کر ان کو مسجد میں آنے کی صرف اجازت دی تھی، ترغیب نہیں دی تھی۔ ترغیب اسی بات کی تھی کہ عورت کا گھر میں نماز پڑھنا افضل اور بہتر ہے اور یہ اجازت بھی اس وجہ سے تھی کہ دورِ رسالت میں شریعت کے نئے نئے احکام نازل ہوتے رہتے تھے۔ آپ ﷺ اپنی زبان و عمل سے ان کی تعلیم فرماتے تھے، اس لیے عورتوں کو بھی ضرورت تھی کہ وہ مسجد میں آ کر نو بہ نو تعلیمات سے باخبر ہوں، لیکن اب جبکہ دینِ رسالت مکمل شکل میں موجود ہے تو یہ ضرورت باقی نہیں رہی۔ اور پھر اس اجازت میں بھی کئی شرائط تھیں، مثلاً بن سنور کر، خوشبو لگا کر، بجتا ہوا زیور وغیرہ پہن کر نہ آئیں اور مردوں کے اٹھنے سے پہلے اٹھ کر چلی جائیں۔ اس وقت بھی عورتوں کے مسجد یا عیدگاہ میں آنے کا حکم نہیں تھا، جبکہ مسجد میں نماز پڑھنے کا ثواب ستائیس درجہ زیادہ ہے۔ حضرت امی عائشہ ؓ فرماتی ہیں اگر نبی کریم ﷺ ان حالات کو دیکھ لیتے جو آپ کے بعد عورتوں نے پیدا کر دیے ہیں تو عورتوں کو مسجد میں آنے سے ضرور منع فرما دیتے جیسا کہ بنی اسرائیل کی عورتوں کو منع کر دیا گیا تھا۔''

فوزیہ کے چہرے پر ندامت کے آثار نظر آئے تو رملہ نے لوہا گرم دیکھ کر مزید چوٹ لگائی اور بولی:

''ان شرائط کی رعایت کیے بغیر کسی فقیہ نے بھی عورتوں کو عیدگاہ یا مسجد آنے کی اجازت نہیں دی بلکہ ممانعت فرمائی ہے اور آج کل عام طور پر ان شرائط کی پابندی نہیں ہوتی، اس لیے موجودہ حالات میں کسی فقیہ کے نزدیک بھی عورتوں کا عیدگاہ اور مسجد میں نماز پڑھنے کے لیے آنا جائز نہیں۔ اور حضرت ابن مسعود ؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ عورت کی اپنے گھر کے اندر والے حصہ میں نماز پڑھنا زیادہ فضیلت کا باعث ہے، بہ نسبت گھر کے دالان میں نماز پڑھنے سے، اور عورت کا گھر کے دالان میں نماز پڑھنا افضل ہے گھر کے صحن میں نماز پڑھنے سے، اور عورت کا اپنے گھر کے صحن میں نماز پڑھنا افضل ہے، گھر کے علاوہ کسی اور جگہ نماز پڑھنے سے، پھر فرمایا کہ بے شک عورت جب گھر سے نکلتی ہے تو شیطان اس کو تاکتا ہے۔' اس حدیث میں عورت کی نماز کی فضیلت کا آخری درجہ اس کے گھر کے صحن میں نماز پڑھنے کو بتلایا گیا ہے، جس سے معلوم ہوا کہ عورت کا گھر سے باہر جا کر نماز ادا کرنا فضیلت کا باعث نہیں۔''

رملہ نے بات ختم کر کے فوزیہ کی طرف دیکھا تو اس کی آنکھوں میں آنسو تھے۔ وہ رملہ کا ہاتھ محبت سے دبا کر بولی: ''تمہارا بہت بہت شکریہ، تم نے مجھے بہت اچھی طرح سے بات سمجھا دی اور میری اصلاح کر دی۔''

رملہ نے کہا: ''تمہارا بھی شکریہ کہ بحث مباحثے میں الجھنے کی بجائے دھیان سے ساری بات سن لی اور مان بھی لی۔'' پھر دونوں کھل کر مسکرا دیں۔

Kidz i Kidz
SMART LITTLE FASHION!
ENJOY THE FESTIVE
EID
WITH OUR NEW COLLECTION 2013
KARACHI OUTLETS
Dolmen Mall (Tariq Road) | Bahadurabad (Dolmen Arcade)
Millennium Mega Mall Saima Mall & Residency (Gulshan)
Al-Madni Shopping Mall | Saima Paari Mall (Hyderi)
HYDERABAD | RAHIM YARKHAN | GUJRANWALA | LAHORE | RAWALPINDI
For Information Please Contact . 0321-828-7487

Young's

ینگز مایونیز سے بنائیں عیدالاضحیٰ کے کھانے

ینگز مایو فرائیڈ مصالحہ چانپ

اجزاء برائے ویجیٹیبل مصالحہ:

ینگز مایونیز	: 3 کھانے کے چمچ
پیاز (درمیانہ سائز)	:1 عدد
ٹماٹر (درمیانہ سائز)	:2 عدد
شملہ مرچ (درمیانہ سائز)	:1 عدد
ہرادھنیا	:¼ گڈی
ہری پیاز	:1 عدد (صرف پتے)
لہسن پیسٹ	:1 کھانے کا چمچ
ثابت دھنیا	:1 کھانے کا چمچ
ثابت زیرہ	:1 کھانے کا چمچ
کُٹی لال مرچ	:1 کھانے کا چمچ
نمک	: حسبِ ذائقہ
کوکنگ آئل	:3 کھانے کے چمچ

اجزاء:

بکرے کی چانپ	: 1 کلو
کوکنگ آئل	: 1½ کپ
لہسن پیسٹ	: 1 کھانے کا چمچ
ادرک پیسٹ	: 1 کھانے کا چمچ
ثابت لال مرچ	: 15 دانے
نمک	: حسبِ ذائقہ

ترکیب:

ایک کڑاہی میں چانپ، پانی، کوکنگ آئل، لہسن پیسٹ، ادرک پیسٹ، ثابت لال مرچ اور نمک ڈال کر اچھی طرح پکائیں یہاں تک کہ پانی خشک ہو جائے اور صرف تیل باقی رہ جائے اسی تیل میں چانپ کو اچھی طرح فرائی کر کے علیحدہ برتن میں نکال لیں۔

اب پیاز، ٹماٹر، شملہ مرچ، ہرادھنیا اور ہری پیاز کے پتوں کو نارمل سائز میں کاٹ لیں۔ کڑاہی میں 3 کھانے کے چمچ کوکنگ آئل گرم کریں۔ اس میں زیرہ، دھنیا اور لہسن پیسٹ ڈال کر اتنا پکائیں کہ لہسن کا کچا پن ختم ہو جائے۔ اب تمام سبزیاں، کُٹی لال مرچ اور نمک ڈال کر کڑاہی کو ڈھانپ دیں اور درمیانی آنچ پر اتنا پکائیں کہ سبزیاں نرم ہو جائیں۔ پھر 3 کھانے کے چمچ ینگز مایونیز ڈال کر سبزی کو اچھی طرح سوتے کر لیں۔ اب اس ویجیٹیبل مصالحہ میں فرائیڈ چانپ اور ثابت مرچ مکس کر دیں اور 5-4 منٹ پکائیں۔ لیجیے مزیدار ینگز مایو فرائیڈ مصالحہ چانپ تیار ہے اُبلے ہوئے چاول کے ساتھ پیش کریں اور عید کا لطف دوبالا کریں۔

ینگز مایونیز.. بنائے مزیدار ہر چیز

YoungsFood | UAN:111-YOUNGS